قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 28/جنوری 2023ء | 5/رجب 1444 ہجری قمری | 28/ صلح 1402 ہجری شمسی | جلد: 5 | شمارہ: 24

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ

(البقرہ: 283)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

فرمانِ رسولؐ

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے تقاضا کیا اور شدت سے کام لیا، سختی سے بات کی تو صحابہؓ نے اس کو مارنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو صاحب حق ہے۔ اس کو کہنے کا حق ہے پھر فرمایا اس کے اونٹ کی مانند اس کو اونٹ دے دو تو صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اس کو وہی دے دو، تم میں سے بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں بہترین انداز اپناتا ہے۔

(بخاری کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون)

- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل کیا جو خریدتے وقت اور بیچتے وقت قرض دیتے وقت اور قرض کا تقاضا کرتے وقت آسانی پیدا کرتا تھا۔

(سنن نسائی کتاب البیوع باب حسن المعاملۃ والرفق فی المطالبۃ)

- آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے تنگدست مقروض کو قرضہ کی ادائیگی میں مہلت دی یا معاف کردیا تو قیامت کے دن جب اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا فرمائے گا۔

(ترمذی کتاب البیوع ما جاء فی انظار المعسر والرفق بہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

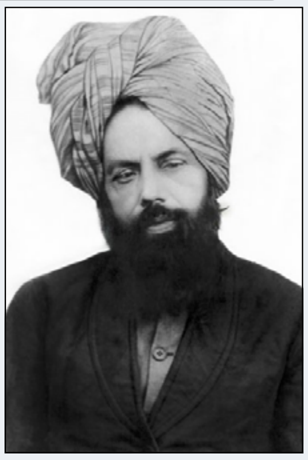

- شرع میں سود کی یہ تعریف ہے کہ ایک شخص اپنے فائدے کے لئے دوسرے کو روپیہ قرض دیتا ہے اور فائدہ مقرر کرتا ہے۔ یہ تعریف جہاں صادق آوے گی وہ سود کہلاوے گا لیکن جس نے روپیہ لیا ہے اگر وہ وعدہ وعید تو کچھ نہیں کرتا اور اپنی طرف سے زیادہ دیتا ہے اور دینے والا اس نیت سے نہیں دیتا کہ سود ہے تو وہ سود میں داخل نہیں ہے، وہ بادشاہ کی طرف سے احسان ہے۔ پیغمبر خدا نے کسی سے ایسا قرضہ نہیں لیا کہ ادائیگی کے وقت اسے کچھ نہ کچھ ضرور زیادہ (نہ) دے دیا ہو۔ یہ خیال رہنا چاہئے کہ اپنی خواہش نہ ہو خواہش کے برخلاف جو زیادہ ملے وہ سود میں داخل نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 166-167)

- مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ ان امور کی پروا نہیں کرتے اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں۔ یہ عدل کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے لوگوں کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہئے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دور بھاگنا چاہئے۔ کیونکہ یہ امرِ الٰہی کے خلاف ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 607 ایڈیشن 1988ء)

- کسی طور سے لوگوں کو ان کے مال کا نقصان نہ پہنچاؤ اور فساد کی نیت سے زمین پر مت پھرا کرو۔ یعنی اس نیت سے کہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں یا کسی کی جیب کتریں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 347)

فرمان خلیفۂ وقت

ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ آپس کا لین دین کا معاملہ ہے۔ انسان کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ لیکن یہی لین دین جب قرض کی صورت میں ہو تو بے انتہاء معاشرتی مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ بھائیوں بھائیوں کی رنجشیں ہو جاتی ہیں، دوستوں کے آپس میں لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں اور جب بڑے پیمانے پر کاروباری اداروں اور بنکوں سے قرض لئے جاتے ہیں تو بعض دفعہ سب کچھ لٹنے اور ذلت و رسوائی تک نوبت آ جاتی ہے۔

تو ایک مومن کو، ایسے شخص کو جو خدا تعالیٰ کا عبد کہلانے کا دعویٰ رکھتا ہے، معاشرے کی اس برائی سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور پھر طریق بھی فرما دیا کہ کس طرح لڑائی جھگڑوں اور ذلت و رسوائی کی باتوں سے بچا جا سکتا ہے، اسلام نے قرض دینے والوں کو بھی بتا دیا کہ کس طرح قرض دینے کے بعد واپس لینے کا تقاضا کرنا ہے اور لینے والوں کو بھی بتا دیا کہ تم نے کس طرح حسن ادائیگی کی طرف توجہ دیتے ہوئے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنا ہے یا اپنا مقام بلند کرنا ہے۔ قرآن کریم نے اتنی گہرائی میں جا کر انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے لین دین جو قرض کی صورت میں ہو اس کا حساب رکھنے کا طریق سکھایا ہے کہ اگر نیت نیک ہو تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ فریقین کو کسی بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اب یہ دیکھیں کتنا خوبصورت حکم ہے، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں بڑا اعتبار ہے، کیا ضرورت ہے لکھنے کی، ہم تو بھائی بھائی کی طرح ہیں۔ لکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ بے اعتباری ہے اس طرح سے تو ہمارے اندر دُوری پیدا ہو گی اور ہمارے اندر رنجشیں بڑھیں گی اور ہمارے آپس کے تعلقات خراب ہوں گے۔ تو یاد رکھیں کہ اگر تعلقات خراب ہوتے ہیں اور اگر تعلقات خراب ہوں گے تو تب ہوں گے جب قرآن کریم کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے نہ کہ قرآن کریم پر عمل کرنے سے۔

(خطبہ جمعہ 13/ اگست 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- خادم ترے اہلِ زمیں تُو عبدِ شاہِ آسماں (منظوم)
- قلم کا رشتہ اور الفضل کی ادب گاہیں
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- اپنے جائزے لیں
- روس جاپان جنگ اور عالمی سطح پر طاقت کے توازن میں حیرت انگیز ڈرامائی تبدیلی

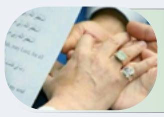

دربارِ خلافت

عملی اصلاح کے لئے نگرانی بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

گزشتہ خطبہ میں اصلاحِ اعمال یا تربیت کے حوالے سے مربیان، اس میں تمام واقفینِ زندگی شامل ہیں، امراء اور عہدیداران کی ذمہ داریوں کی بات ہو رہی تھی کہ کس طرح انہیں اپنا کردار عملی اصلاح کی روک کے اسباب پر قابو پانے کے لئے ادا کرنا چاہئے اور اس کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے جن کو مربیان اور عہدیداران کو اپنے اوپر لاگو کر کے پھر جماعت کو بتانے اور دکھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ وہ علماء اور واعظین جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھے اُن میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شامل تھے اور صحابہ سے تربیت پانے والے بھی شامل تھے، اُن کا تعلق باللہ اور ایمان اور یقین کا معیار بھی یقیناً بہت اعلیٰ تھا۔ اُن کی کمی اِن باتوں میں نہیں تھی۔ کمی اس بات کی تھی جس کی طرف حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ دلائی کہ ترجیحات کو بدلنے کی ضرورت ہے یا اعتقادی مسائل پر جس طرح زور دیا جا رہا ہے اسی طرح عملی اصلاح کی اہمیت پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور اپنے ذاتی تعلق باللہ اور اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے۔ لیکن آجکل ہمیں نظر آتا ہے کہ ہمارا ان باتوں میں وہ معیار نہیں ہے۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ مربیان اور عہدیداران اپنے اوپر لاگو کر کے پھر افرادِ جماعت کو بتائیں تو اس کی خاص اہمیت ہے۔ یعنی اپنے پر لاگو کرنے کے لفظ پر غور کرنے اور عمل کرنے اور اپنا نمونہ قائم کرنے کی بہت ضرورت ہے تبھی اصلاحی باتوں کا اثر بھی حقیقی رنگ میں ہو گا۔

گزشتہ خطبہ میں قوتِ ارادی کے پیدا کرنے اور علمی کمزوری دُور کرنے کا ذکر ہو گیا تھا لیکن تیسری بات اس ضمن میں بیان نہیں ہوئی تھی۔ یعنی عملی کمزوری کو دور کرنے کا طریق یا عملی قوت کو کس طرح بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں آج کچھ کہوں گا۔ اس کے لئے جیسا کہ پہلے خطبات میں ذکر ہو چکا ہے، بیرونی علاج یا مدد کی ضرورت ہے۔ یا کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے اور عملی اصلاح کے لئے یہ سہارا دو قسم کا ہوتا ہے یا دو قسم کے سہاروں، ایک نگرانی کی اور دوسرا جبر کی ضرورت ہے۔

نگرانی یہ ہے کہ مستقل نظر میں رکھا جائے، زیرِ نگرانی رکھا جائے کہ کہیں کوئی بدعمل نہ کر لے۔ اس قسم کی نگرانی دنیاوی معاملات میں بھی ہوتی ہے۔ گھروں میں ماں باپ بچوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ سکولوں میں استاد علاوہ پڑھانے کے نگرانی کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ حکومت کے کارندے نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور یہ بتا دیتے ہیں کہ ہم نگرانی کریں گے۔ سڑکوں پر ٹریفک کے لئے مستقل کیمرے لگائے ہوتے ہیں اور بورڈ لگے ہوتے ہیں کہ کیمرہ لگا ہوا ہے۔ یہ نگرانی کا ایک عمل ہے۔ جو بچے ماں باپ کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے ہیں اُن کے والدین کو warning دی جاتی ہے کہ ہم نگرانی کریں گے۔ اگر بچوں کو زیادہ تنگ کیا گیا تو پھر بچوں کی بہبود کا جو ادارہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم بچے لے جائیں گے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں تو یہ بہت عام ہے۔ بلکہ میرے خیال میں تو بچوں کے معاملے میں ناجائز حد تک یہ نگرانی ہوتی ہے اور ماں باپ بچوں سے ڈر کر یا اس ادارے سے ڈر کر جائز روک ٹوک بھی بچوں پر نہیں کرتے اور نتیجۃً بسا اوقات بچے بھی بگڑ جاتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں تو یہ نگرانی بعض دفعہ نقصان کا باعث بھی بن رہی ہوتی ہے۔ پھر خاوند بیوی کے تعلقات میں خرابی کی وجہ سے بھی اُن کی نگرانی ہوتی ہے۔ پھر ملزمان کی نگرانی ہوتی ہے۔

بہرحال اس ساری نگرانی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس کو اُن کاموں سے روکا جائے جن کی وجہ سے فساد پیدا ہو سکتا ہے یا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصلاح ہو۔ بہرحال نگرانی ہر معاشرے کے قانون میں اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کے لئے دین بھی اس کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے اور بہت سے غلط کاموں سے انسان اس وجہ سے بچ رہا ہوتا ہے کہ معاشرہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ ماں باپ اپنے دائرے میں نگرانی کر رہے ہوتے ہیں۔ مربیان کا اپنے دائرے میں یہ نگرانی کرنا کام ہے اور باقی نظام کو بھی اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا ضروری ہے اور جب اسلام کی یہ تعلیم بھی سامنے ہو کہ ہر نگران نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب الجمعة فی القریٰ و المدن حدیث نمبر۸۹۳)

تو نہ صرف اُن کی اصلاح ہو گی جن کی نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ نگرانوں کی بھی اصلاح ہو رہی ہو گی۔ بہرحال عملی اصلاح کے لئے نگرانی بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

(خطبہ جمعہ 31/ جنوری 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

خادم ترے اہلِ زمیں تُو عبدِ شاہِ آسماں

ہیں تیرے آگے دم بخود کیا معترض کیا نکتہ چیں
اے نکتہ جُو اے نکتہ ور اے نکتہ داں اے نکتہ بیں

ہے ماہِ کامل ضَوفشاں تجھ سے فقط، تیرا رہیں
اے ماہ رُخ اے مہ لقا اے ماہ چشم اے مہ جبیں

پل بھر نہ تجھ بن دل لگے چاہت نہ کوئی دل لگی
اے دلربا اے دل ستاں اے دلبرا اے دلنشیں

نازاں ترے اوصاف پر سب اہلِ فن، خوش وصف سب
اے خوش نگارا اے خوش بیاں اے خوش ادا اے خوش تریں

خادم ترے اہلِ زمیں تُو عبدِ شاہِ آسماں
اے شاہِ شرق اے شاہِ غرب اے شہ زماں اے شاہِ دیں

جنت مری تیرا ہی در، یاں ہی رہوں مر کر بھی مَیں
اے وجہِ خلد اے رشکِ خلد اے برتر از خلدِ بریں

سب فاتحیں کو کر گئی مفتوح تیری اک نظر
اے فتح مند اے فتح بخش اے فتح گر، فتح مبیں

م م محمودؔ

اداریہ

قلم کا رشتہ اور الفضل کی ادب گاہیں

ہم جب بچے تھے تو تشحیذ الاذہان کو غور سے خوشی خوشی پڑھتے تھے۔ ہمیں اس میں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا اور تشحیذ کے خاندان میں ہم بھی شامل ہوتے اور ہمارے بہت سے عزیز و اقارب اور جاننے والے ہم عصر، ہم جولی اور ہم نوا بھی۔ رسالہ میں ایک کالم ’’قلمی دوستی‘‘ کے عنوان سے مستقل طور پر ہوتا جس سے خطوط لکھنے والوں سے ہم بذریعہ رسالہ تشحیذ رابطہ کرتے اور اگر کسی طفل نے اپنا ایڈریس بھی دے رکھا ہوتا تو ہم باوجود تنگ دستی کے کفایت کر کے ڈاک کی ٹکٹ خریدتے اور ان سے اندرون ملک اور بیرون ملک قلم کا رشتہ قائم کرتے۔

اسے ہم قلمی دوستی یا قلمی خاندان کا نام دیتے۔ ہمیں انتظامیہ کی طرف سے بھی ہدایت ہوتی کہ اپنا قلمی خاندان بڑھائیں۔

چند دن کی بات ہے کہ میری جماعت کی ایک معروف شاعرہ مکرمہ فرحت ضیاء راٹھور آف جرمنی سے الفضل میں نظمیں اور مضامین لکھ کر بجھوانے کے حوالہ سے بات ہو رہی تھی۔ تو آپ نے اپنے کلام میں سے یہ شعر پڑھا کہ

کیا جان سکے مجھ کو فقط لفظ کا رشتہ
اس قلبی تعلق میں ادب گاہوں سے گزروں

اس شعر کو سن کر مجھے ایک اور شاعرہ مکرمہ بشریٰ بختیار خان آف لندن کے DP پر لکھا ہوا ان کا اپنا ایک شعر یاد آگیا۔ جو یوں ہے:

مجھے دوام کی چاہت نہیں مگر اے خدا!
میں چاہتی ہوں کہ میرا کلام زندہ رہے

اس پر مجھے خیال گزرا کہ جو خیالات اور میرے ارادے مجھے چین سے بیٹھنے نہیں دے رہے۔ ان میں مَیں اپنے قارئین کو بھی ہمسفر بنالوں اور ان کو لفظ کے رشتہ سے جوڑ کر قلمی تعلق قائم کر کے الفضل آن لائن کی ادب گاہوں سے گزرنے کی درخواست کروں۔

الفضل آن لائن کی ادب گاہیں

ان سے گزرنے کے دو طریق ہیں:

1. اس کو سمجھ کر پڑھنا، اس میں درج تعلیمات کو اپنے جسمانی سانچے میں ڈھالنا اور دوسروں کو اس معاملہ میں ہمراہی بنانا۔
2. شعراء اپنا منظوم کلام اور نثر نگار اپنی تحریرات اس میں شائع کرنے کے لیے بجھوا کر ادب گاہوں کا حصہ بننا اور دوسروں کو بھی بنانا۔

ادارہ الفضل کو ان ہر دو امور میں احمدی اسکالرز، علماء، مختلف فنون وعلوم کے ماہر، علمی ذوق رکھنے والے دوست احباب وخواتین کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ اوّل تو بانی الفضل حضرت مصلح موعودؓ کی اس آرزو اور خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جہاں عملی طور پر سعی کرنی ہے اور اس ادب گاہ کو ہر احمدی کے گھر گھر پہنچانے کے لیے کوشش کرنی ہے کہ ذیل میں درج خواہش کے مطابق اس کے پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں میں چلی جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’اے میرے مولا! لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا فیض لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔ اس کے سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔‘‘

(الفضل 18 جون 1913ء صفحہ 3)

اس کے لیے ایسے تمام Sources جیسے واٹس ایپ، انسٹا گرام، ٹیلی گرام، فیس بک اور اسٹیٹس کو بروئے کار لا کر اس کو پھیلانا ہے۔ وہاں اس کی تشہیر و ترویج کے لیے دعائیں بھی کرنی ہیں اور صدقات بھی دینے ہیں۔

مجھے علم ہے کہ سابقہ رشین اسٹیٹس میں ہمارے نمائندگان و مربیان الفضل کے بعض حصوں کا لوکل زبان میں ترجمہ کر کے ویب سائٹ پر چڑھاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں اطلاع ملی ہے کہ مشرقی افریقہ کے بعض ممالک جیسے کینیا میں ہمارے نمائندگان اور مبلغین الفضل کے بعض حصوں کا اپنی لوکل زبان میں ترجمہ کر کے ویب سائٹ اور فیس بک پر روزانہ ڈال دیتے ہیں۔ یہی کیفیت یا اس سے ملتی جلتی لاطینی ممالک اور اوشیانا ممالک کے بعض ممالک میں الفضل کے بعض حصوں کے تراجم ہوتے اور ویب سائٹ پر چڑھ جاتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

یہ درحقیقت الفضل کی ادب گاہوں میں چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں اور Pave بنانے کے مترادف ہے۔

الفضل کی ادب گاہوں سے گزرنے کا دوسرا طریق

ادب گاہوں میں گزرنے کا دوسرا کٹھن طریق قلمی خاندان میں شامل ہو کر اپنی تحریرات اور منظوم کلام سے اس کی پگڈنڈیوں اور Paves اور راستوں کو سجانا ہے اور سجاتے چلے جانا ہے۔ اس کے لیے سینکڑوں نثر نگار، احباب وخواتین اور شعراکرام اپنا حصہ ڈال رہے ہیں اور خوب ڈال رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان ادب گاہوں پر قدم مارنے والے نثر نگار اور شعراء اپنے اس خاندان میں اضافہ کریں اور یہ تعداد سینکڑوں سے نکل کر ہزاروں بلکہ لاکھوں تک جانی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ان میں سے ایک تحریر کی صلاحیت ہے خواہ تھوڑی ہو یا بہت۔ تھوڑے کو بڑھانا اور اس میں اضافہ کرتے رہنے کی تعلیم تو ہمیں دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ نیز اس دعا کے کرنے کا حکم ملا۔ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا کہ اے اللہ! میرے علم کو بڑھا۔ اس علم میں تحریر کا علم بھی ہے۔ اس لیے الفضل کے تمام قارئین مرد و خواتین حضرت سلطان القلمؑ کے معاون بن کر قرآن، حدیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء عظام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھیں اور الفضل کی ادب گاہوں کے راستوں میں بنی کیاریوں میں اپنی تحریر کے پھول لگائیں اور اپنے نام کو مکرمہ بشریٰ بختیار خان کے اوپر بیان شعر کی روشنی میں تاابد زندہ کر جائیں۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی نصیحت

حضرت مرزا بشیر احمدؓ اس طرف یوں توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’قلم، علم کی اشاعت اور حق کی تبلیغ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم اور سب سے مؤثر ترین ذریعہ ہے اور زبان کے مقابلہ پر قلم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کا حلقہ نہایت وسیع اور اس کا نتیجہ بہت لمبا بلکہ عملاً دائمی ہوتا ہے۔ زبان کی بات عام طور پر منہ سے نکل کر ہوا میں گم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ اسے قلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے۔ مگر قلم دنیا بھر کی وسعت اور ہمیشگی کا پیغام لے کر آتی ہے اور پریس کی ایجاد نے تو قلم کو وہ عالمگیر پھیلاؤ اور وہ دوام عطا کر دیا ہے جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں کیونکہ قلم کا لکھا ہوا گویا پتھر کی لکیر ہوتا ہے جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی اور قلم کو یہ مزید خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اسے اپنے منبع کی نسبت کے لحاظ سے کامل یقین کا مرتبہ میسر ہوتا ہے۔ ہمیں بعض اوقات کسی شخص کی طرف سے کوئی بات زبانی طور پر پہنچتی ہے مگر اس کے سننے والوں کی روایت میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مگر جب کسی شخص کے قلم سے کوئی بات نکلے تو پھر اس بات کے منبع اور ماخذ کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ بہرحال اس زمانہ میں جب کہ اسلام کے دشمن اسلام کی تعلیم اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے خلاف ہزاروں لاکھوں رسالے اور کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ قلم سے بڑھ کر اسلام کی مدافعت اور اسلام کے پُرامن مگر جارحانہ علمی اور روحانی حملوں سے زیادہ طاقتور کوئی اور ظاہری ذریعہ نہیں۔

پس اے عزیزو اور اے دوستو! اپنے فرض کو پہچانو اور سلطان القلم کی جماعت میں ہو کر اسلام کی قلمی خدمت میں وہ جوہر دکھاؤ کہ اسلاف کی تلواریں تمہاری قلموں پر فخر کریں۔ تمہارے سینوں میں اب بھی سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام اور قاسم اور قتیبہ اور طارق اور دوسرے فدایانِ اسلام کی روحیں باہر آنے کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ انہیں رستہ دو کہ جس طرح وہ قرون اولیٰ میں تلوار کے دھنی بنے اور ایک عالم کی آنکھوں کو اپنے کارناموں سے خیرہ کیا۔ اسی طرح وہ تمہارے اندر سے ہو کر (کیونکہ خدا اب بھی انہی قدرتوں کا مالک ہے) قلم کے جوہر دکھائیں اور دنیا کی کایا پلٹ دیں۔‘‘

(مضامین بشیر جلد سوم صفحہ 564-565)

مکرمہ فرحت ضیاء راٹھور اور مکرمہ بشریٰ بختیار خان کے منظوم کلام سے متاثر ہو کر خاکسار کو اداریہ لکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا کلام اس اداریہ کا حصہ بنا رہا ہوں۔

منظوم کلام فرحت ضیاء راٹھور

یہ حکم ملا ہے کہ نئی راہوں سے گزروں
کانٹوں میں چھپے پھول ہیں پلکوں سے اٹھا لوں
کوزے کو سمندر میں سمونے کا ہنر ہے
اتروں جو سمندر میں نئی موجوں سے کھیلوں
مکتب ہے ادب کا تو کوئی طفل بہت ہے
تحریر کے اسرار بھلا ہاتھوں سے کھولوں
کیا جان سکے مجھ کو فقط لفظ کا رشتہ
اس قلبی تعلق میں ادب گاہوں سے گزروں
اک شعر کی دنیا ہی نبھائی نہیں جاتی
تحریر کے مقتل میں صلیبوں پہ بھی لٹکوں
کھو جانے کا احساس بہت جان بلب ہے
میں خود کو کہاں ڈھونڈوں کہاں رکھوں کہاں جاؤں
ضیاء سوچ لیا ہے کہ کوئی مان نبھاؤں
لہروں کے تھپیڑے ہیں کناروں سے بھی الجھوں

منظوم کلام بشریٰ بختیار خان

تمہارے ہونٹوں پہ بس میرا نام زندہ رہے
تمہارے ساتھ بتائی یہ شام زندہ رہے
خدا کرے کہ یہ نیت ہی کام آ جائے
حوالہ ہو یا نہ ہو میرا کام زندہ رہے
مجھے دوام کی چاہت نہیں مگر اے خدا
میں چاہتی ہوں کہ میرا کلام زندہ رہے
عجیب ڈھنگ کی یہ چال چل گیا ہے کوئی
کہ بادشاہ نہ ہو اور غلام زندہ رہے
مری غزل کے سب اشعار چاہے رد ہو جائیں
مگر امام پہ میرا سلام زندہ رہے
زمانے بھر کا مجھے ہوش تک نہ ہو بشریٰ
تمہاری یاد کا بس ایک جام زندہ رہے

اللہ تعالیٰ الفضل کے قارئین کے دلوں کو اس حوالے سے کھولے کہ وہ مضامین لکھیں اور منظوم کلام بھی۔ کان اللہ معھم و ایاھم

(ابوسعید)

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 14

خیالات و افکار بگڑیں تو انسان وہم میں مبتلا ہوتا ہے

اگر ہم خیالات پر چلیں تقویٰ اور صلاحیت کی روح اُڑ جائے تو انسان کا واہمہ اسے کہیں کا کہیں لے جاتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل اپنے ایک عزیز کے متعلق سنایا کرتے تھے کہ انہیں ایک دفعہ پیٹ میں تکلیف ہوئی اور وہ میرے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ذرا لیٹ جائیں تا کہ مَیں ٹٹول کر اندازہ لگا سکوں کہ درد کس مقام پر ہے۔ وہ لیٹ گئے اور میں نے اُنگلیوں سے اُن کے پیٹ کو دبایا یہ دیکھنے کے لئے کہ اُن کے جگر کی کیا کیفیت ہے، معدہ اور امعاء کا کیا حال ہے مگر ابھی میں نے دبایا ہی تھا کہ وہ ہاہا کر کے شور مچاتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اور کود کر پرے چلے گئے۔ میں نے کہا کیا ہوا میں تو پیٹ دیکھنے لگا تھا اور آپ شور مچا کر بھاگ پڑے وہ کہنے لگے مولوی صاحب! آپ نے تو غضب کر دیا۔ آپ کا دماغ بہت مضبوط ہے اور آپ کی توجہ میں بھی بڑی طاقت ہے اگر میرے پیٹ کو دباتے وقت آپ کی توجہ اِس طرف مرکوز ہو جاتی کہ انگلیاں پیٹ میں گھس گئی ہیں تو کیسا غضب ہوتا۔ میرا پیٹ پھٹ جاتا اور انتڑیاں باہر نکل آتیں۔

اب دیکھو انسان کا وہم اُسے کہاں سے کہاں لے جاتا ہے اُن کا وہم اس طرف چلا گیا کہ حضرت خلیفہ اوّل چونکہ مضبوط دماغ کے آدمی ہیں اور ان کی توجہ بڑی زبردست ہے اگر پیٹ دباتے وقت ان کا خیال ادھر چلا گیا کہ میری انگلیاں پیٹ میں گھس گئی ہیں تو واقع میں ان کی انگلیاں پیٹ میں گھس جائیں گی اور میرا پیٹ پھٹ جائے گا، چنانچہ وہ فوراً شور مچاتے ہوئے الگ ہو گئے۔

تو انسانی خیالات اور افکار جب مقررہ حدود سے نکل جاتے ہیں تو اُس وقت وہ وہمیوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور اس کے کسی کام میں بھی برکت نہیں رہتی۔ وہ چیز جسے عام طور پر دُنیا میں عقلِ عامہ کہا جاتا ہے شریعت میں وہ اپنی خصوصیت کے لحاظ سے تقویٰ کہلاتی ہے جب دُنیاوی معاملات میں وہ چیز جاتی رہے جسے عقلِ عامہ کہتے ہیں یا شرعی امور میں انسان تقویٰ کے دائرہ سے نکل جائے تو کوئی قانون اُسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

پس انسان کو ہمیشہ اپنے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر رکھنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ وہ اسے صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 197-198)

بغداد کی تباہی

پرانے زمانہ کا ایک واقعہ مشہور ہے جس پر حضرت خلیفہ اولؓ بڑا زور دیا کرتے تھے اور بار بار اِس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ مَیں تو سمجھتا ہوں شاید وہ کہانی ہی ہو مگر کہانیاں بھی بہت بڑے نکات کی طرف انسانی دماغ کو متوجہ کر دیا کرتی ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

بغداد کی تباہی کا موجب ایک بہت ہی چھوٹی سی بات تھی۔ ایک دفعہ دو بدمعاش بازار میں سے گزرے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک دکان پر کباب بک رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کباب کھانے کو بہت دل چاہتا ہے مگر جیب میں کوئی پیسہ نہیں، کوئی ایسی ترکیب نکالیں جس سے مفت کباب کھا سکیں۔ دوسرے نے کہا اس میں کون سی مشکل بات ہے آؤ ہم آپس میں لڑ پڑیں۔ میں تمہیں مارنے لگ جاتا ہوں تم مجھے مارنے لگ جاؤ۔ شور سن کر لوگ اکٹھے ہو جائیں گے، کچھ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور کچھ تمہاری طرف۔ جب اس طرح بہت سے لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں گے تو ہم چپکے سے کھسک کر کباب والے کی دکان پر چلے جائیں گے اور کباب کھالیں گے۔

چنانچہ اِس تجویز کے مطابق اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم میں سے ایک شیعہ بن جائے اور دوسرا سُنّی اور آپس میں لڑ پڑیں۔ اِس سکیم کے مطابق وہ کباب والے کی دکان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اُنہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ ایک نے دوسرے کا گلا پکڑ لیا کہ تم ابوبکرؓ اور عمرؓ کے متعلق یہ بات کرتے ہو۔ دوسرے نے کہا ہیں! تم پنج تن کے متعلق ایسی بات کہتے ہو۔ جب دونوں آپس میں لڑنے لگے تو کچھ سُنّی آئے جنہوں نے سنی کی تائید شروع کر دی، کچھ شیعہ آ گئے جنہوں نے شیعہ کی تائید شروع کر دی اور آپس میں گالی گلوچ ہونے لگی۔ گالی گلوچ سے بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی تک نَوبت پہنچی۔ کباب والے نے یہ نظارہ دیکھا تو وہ بھی دوڑتا ہوا آیا اور اِس لڑائی میں شامل ہو گیا۔

جب اُنہوں نے دیکھا کہ کباب کی دکان خالی ہے تو وہ دونوں وہاں سے کھسکے اور اُنہوں نے آ کر کباب کھانے شروع کر دیئے۔ باقی لوگ تو پنج تن اور خلفاء کے لئے لڑتے رہے اور یہ اِدھر کباب اُڑاتے رہے۔ اِسی دَوران میں ایک آدمی قتل ہو گیا اور اتفاق ایسا ہوا کہ جو شخص لڑائی میں مارا گیا وہ سُنّی تھا۔ بغداد میں سُنّیوں کا زور تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہمارا ایک سُنّی بھائی شیعوں نے مار ڈالا ہے تو اُنہوں نے شیعوں کو مارنا شروع کر دیا۔

وزیرِ اعظم شیعہ تھا۔ اسے یہ خبر سن کر سخت دکھ ہوا اور اس نے ہلاکو خاں کو لکھا کہ آپ بغداد پر حملہ کریں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ ہلاکو خاں نے حملہ کر دیا اور ایسی خطرناک جنگ ہوئی کہ 18 لاکھ مسلمان ایک ہفتہ کے اندر اندر بغداد میں مارا گیا۔

اب دیکھو! بغداد پر کتنی بڑی تباہی آئی مگر بات کیا تھی۔ بات صرف اتنی تھی کہ دو آدمیوں نے کہا کہ ہم نے کباب کھانے ہیں، آؤ کوئی ایسی تدبیر کریں جس سے ہم مفت کباب کھا سکیں۔

تو بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن سے دلوں میں بُغض پیدا ہوتا ہے اور وہ بُغض پھر خاندانوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ خاندانوں کا بُغض محلوں میں، محلوں کا بُغض شہروں میں، شہروں کا بُغض علاقوں میں اور علاقوں کا بُغض ساری دُنیا میں پھیل جاتا ہے اور کروڑوں کروڑ لوگ اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔

یہ حالت اپنی ابتدائی شکل میں اس قدر غیر محسوس ہوتی ہے کہ بعض دفعہ کام کرنے والا بھی نہیں جانتا کہ میری اس حرکت کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ وہ ایک بات کو معمولی سمجھ کر کر بیٹھتا ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلتا ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 199-200)

جھوٹے آدمی کا اعتبار نہیں رہتا

میں نے بار بار کہا ہے اور مجھے بار بار کہنے کی ضرورت ہے کہ جب ایک چیز متواتر کسی انسان کے سامنے آتی ہے تو وہ اُس کی اہمیت سے غافل ہو جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں قصہ مشہور ہے کہ ایک بچہ نے جو جنگل میں بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک دفعہ مذاق کے طور پر شور مچا دیا کہ شیر آیا، شیر آیا دَوڑنا!! یہ آواز سُن کر گاؤں کے لوگ لاٹھیاں اپنے ہاتھ میں لے کر دَوڑ پڑے مگر جب وہاں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ لڑکے نے اُن سے مذاق کیا تھا، شیر کوئی نہیں تھا وہ لڑکے کو بُرا بھلا کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔

مگر چند دنوں کے بعد واقعہ میں شیر آ گیا اور اُس نے اپنی مدد کے لئے گاؤں والوں کو آواز دی تو کوئی شخص بھی اُس کی آواز پر نہ پہنچا اور شیر اُس لڑکے کو پھاڑ کر کھا گیا۔

یہ مثال اِس غرض کے لئے بیان کی جاتی ہے کہ جھوٹ نہیں بولنا چاہئے کیونکہ جھوٹے آدمی کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ اس نے پہلی دفعہ جھوٹ بولا تو اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری دفعہ جب وہ واقعہ میں سچ بول رہا تھا، لوگوں نے یہی سمجھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 203)

بار بار مرکز آنے کی کوشش کرو

ہماری جماعت کے دوستوں کو مرکز میں آنے کی رفتار بہت تیز کر دینی چاہئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دوستوں کی یہاں آنے کی رفتار بہت کم ہے، اتنی کم کہ وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ لوگ اپنے اوقات اِدھر اُدھر گزارنا زیادہ پسند کرتے ہیں مگر مرکز میں آنے کی اہمیت کو وہ محسوس نہیں کرتے حالانکہ دُنیا میں آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے اُس کے لحاظ سے ہماری جماعت کا مرکز سے ایسا ہی تعلق ہونا چاہئے جیسے ایک جانور رسّہ سے بندھا ہوا ہوتا ہے یا جیسے ایک گھوڑا کِیلے سے بندھا ہوا ہو تو جب وہ دور جاتا ہے، رسّہ اس کے گلے میں پھنسنے لگتا ہے اور وہ پھر اپنے کیلے کی طرف آنے پر مجبور ہوتا ہے۔

یہی حال ہر احمدی کا ہونا چاہئے اور اُسے بار بار مرکز میں آنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ جو اہم تغیرات دُنیا میں ہونے والے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ جماعت زیادہ سے زیادہ اخلاص میں اور قربانی میں اور ایثار میں مضبوط ہو۔ ایسا نہ ہوا تو وقت پر بہت لوگ کچے دھاگے ثابت ہوں گے اور سلسلہ کو تقویت پہنچانے کی بجائے دوسروں کو گرانے اور ان کے قدم کو بھی متزلزل کرنے کا موجب ہوں گے۔

رسول کریم ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو نَو مسلموں میں سے بعض رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اب جو طائف والوں سے جنگ ہونے والی ہے اس میں ہمیں بھی شامل ہونے کا موقع عنایت فرمائیں۔ پرانے صحابہؓ اپنے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بہادر ہیں حالانکہ جب آپ سے لڑائی تھی اُس وقت خدا ہمارے سامنے تھا اور ہم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ پس اگر ہم آپ کے مقابلہ میں بھاگے۔ تو ہم کسی انسان کے ڈر سے نہیں بھاگے بلکہ خدا تعالیٰ کی طاقت کو دیکھ کر بھاگے اس لئے ہماری بہادری کا گزشتہ لڑائیوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، ہماری جرأت اور ہماری بہادری کا آپ اُس جنگ سے قیاس کر سکیں گے جو ثقیف اور ہوازن والوں سے ہونے والی ہے اس لئے آپ ہمیں بھی شامل ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا بہت اچھا اجازت ہے دس ہزار مسلمانوں کا اور دو ہزار نومسلموں کا لشکر تھا جو دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ طائف کے قبائل بہت ہوشیار تھے چونکہ اسلامی لشکر نے تنگ راستوں

میں سے گزرنا تھا اس لئے اُنہوں نے پانچ سَو تیرانداز ایک طرف اور پانچ سَو تیرانداز دوسری طرف کھڑے کر دیئے اُن کا اپنا لشکر کل چار ہزار کا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ہم اتنے تھوڑے لشکر سے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اُنہوں نے اس کا علاج یہ سوچا کہ اپنے تیرانداز راستہ کے دونوں طرف کھڑے کر دیئے تا کہ راستہ میں ہی وہ اسلامی لشکر پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیں اور اُسے آگے بڑھنے سے روک دیں۔

جب فوج اس تنگ درّہ میں پہنچی تو ایک ہزار تیراندازوں نے اونچی جگہ سے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ جب ایک ہزار تیر متواتر گرنا شروع ہوا اور کچھ آدمیوں کو، کچھ گھوڑوں کو اور کچھ اونٹوں کو لگے تو وہ نَو مسلم جو اکڑتے ہوئے اسلامی لشکر کے آگے آگے جارہے تھے اُنہوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ مسلمان جو پیچھے چلے آرہے تھے وہ بھی اپنی حفاظت نہ کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ ہزار کا بارہ ہزار لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، صرف رسول کریم ﷺ اور آپ کے گرد 12 آدمی رہ گئے۔

تب ابوسفیان بن الحارث آگے بڑھے اور اُنہوں نے رسول کریم ﷺ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا یارسول اللہ! آپ کیا کرتے ہیں، اِس وقت واپس لوٹیے، ہم لشکر اسلامی کو اپنے ساتھ لے کر کفار پر پھر حملہ کریں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو۔ پھر آپ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمن کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھنا شروع کر دیا کہ:۔

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ میں جھوٹا نہیں کہ میدان چھوڑ دوں۔ مَیں نبی ہوں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اُس وقت صحابہؓ کے دل تم سمجھ سکتے ہو کہ کس طرح اچھل رہے اور دھڑک رہے ہوں گے مگر ان کے لئے سوائے اِس کے کیا چارہ تھا کہ آگے سے ہٹ جائیں اور رسول کریم ﷺ کے ارادہ میں حائل نہ ہوں۔ اُس وقت رسول کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے کہا کہ اِدھر آؤ اور اونچی آواز سے مسلمانوں کو آواز دو۔

چونکہ یہ شکست مکہ والوں کی بیوقوفی سے ہوئی تھی اِس لئے مکہ والوں کے فعل پر ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عباس! بلند آواز سے کہو کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔

اُس وقت مہاجرین کا نام آپ نے نہیں لیا کیونکہ مہاجرین مکہ والوں کے رشتہ دار تھے اور رسول کریم ﷺ مکہ والوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمانا چاہتے تھے۔

ایک انصاری کہتے ہیں اُس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہم اپنے گھوڑوں کو پیچھے لَوٹاتے اور پورے زور سے اُن کی باگیں کھینچتے تھے یہاں تک کہ ہمارے ہاتھ زخمی ہو جاتے اور جانوروں کی گردن اُن کی پیٹھ سے جالگتی تھی مگر جب لگام ذرا ڈھیلی ہوتی اور ہم اُنہیں ایڑی مار کر پیچھے کی طرف واپس لانا چاہتے تو وہ پھر آگے کو بھاگ پڑتے۔

جب اِس حالت میں ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے انصار! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے تو اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ عباس کی آواز بلند ہو رہی ہے بلکہ ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سب لوگ مر چکے ہیں قیامت کا دن ہے اور اسرافیل کی آواز لوگوں کے کانوں میں آرہی ہے۔

ہم نے ایک دفعہ پھر اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو واپس لوٹانے کے لئے اپنا پورا زور صَرف کیا جو سواریاں مُڑ گئیں مُڑ گئیں اور جو نہ مڑیں ان میں سے بعض کے سوار کود پڑے اور پیدل دوڑتے ہوئے رسول کریم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور بعض نے اپنی میانوں میں سے تلواریں نکال کر سواریوں کی گردنیں کاٹ دیں اور خود لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی طرف دَوڑ پڑے۔

اِس واقعہ پر غور کرو اور دیکھو کہ کس طرح کمزور لوگ طاقتوروں کو بھی گھبراہٹ میں مبتلا کر دینے کا موجب بن جاتے ہیں۔ پس یہ دن ایسے نہیں ہیں کہ ہمارے اندر کوئی کمزور طبقہ ہو کیونکہ اگر کمزور طبقہ ہم میں موجود ہوا تو وہ بہادروں کو بھی گرا دینے کا موجب بن جائے گا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 216-219)

افراد جماعت کی قربانیاں اور قادیان کی ترقی

وہ زمانہ جب کہ احمدیت کا نام لینے والا دنیا میں بہت کم، شاذ و نادر کے طور پر کوئی شخص نظر آتا تھا اور جبکہ قادیان میں، اُس قادیان میں جس میں خدا نے ہمیں بعد میں غیر معمولی طاقت اور شوکت عطا فرمائی صرف چند افراد احمدی کہلانے والے تھے جو بسا اوقات اپنی کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو بھی انتہادرجہ کی بلا اور مصیبت سمجھتے تھے۔

مجھے یاد ہے میاں صدرالدین صاحب جو ابتداء میں گدھوں پر مٹی لاد کر بھرتی ڈالا کرتے تھے اور جنہوں نے بعد میں آٹے کی تجارت شروع کردی اُن کے متعلق ایک دفعہ اطلاع ملی کہ وہ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ کسی مخالف نے کوئی شرارت کی۔ میں نے اُن کو بلایا اور چاہا کہ اگر یہ اطلاع درست ہو تو اُس شرارت کا تدارک کیا جائے۔

جب وہ آئے اور میں نے اُن سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو اُنہوں نے سمجھا کہ شاید میں یہ سُن کر ڈر گیا ہوں کہ اب لوگ ہماری مخالفت کرنے لگ گئے ہیں اور اُنہوں نے بجائے میرے سوال کا جواب دینے کے مجھے تسلی دینی شروع کردی اور کہنے لگے بے شک ایک شخص نے کچھ شرارت کی تھی مگر یہ مصیبت اُن مصیبتوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں برداشت کی ہیں۔

جب اُنہوں نے یہ بات کی تو قدرتی طور پر میری توجہ اِس طرف مبذول ہوئی کہ میں بھی سُنوں کہ وہ کیا مشکلات تھیں جو اُن کو پیش آئیں اور میں نے اُن سے کہا مجھے بھی اُس زمانہ کا کوئی واقعہ سنائیں۔

وہ کہنے لگے ایک دفعہ میں ڈھاب میں سے مٹی کھود رہا تھا کہ کسی نے مرزا نظام الدین صاحب کو جاکر اطلاع دے دی کہ ڈھاب میں سے مٹی کھودی جارہی ہے۔ مرزا نظام الدین صاحب بڑے جوش کی حالت میں وہاں پہنچ گئے۔ میں نے اُنہیں دیکھا تو ایک زاویہ جو مٹی کھودنے کی وجہ سے ڈھاب میں بن چکا تھا اُس کے پیچھے چُھپ گیا اور میں نے کہا اے خدا! جیسے تیرے رسول پر غارِ ثور میں ایک مصیبت کا وقت آیا تھا وہی مصیبت کا وقت اب مجھ پر آگیا ہے تُو میری حفاظت فرما اور مجھے اِس تکلیف سے نجات دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری ایسی حفاظت فرمائی کہ مرزا نظام الدین صاحب اندھے ہو گئے اُنہیں نظر ہی نہ آیا۔ وہ گالیاں دیتے ہوئے واپس چلے گئے اور میں خدا کا شکر کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔

اب دیکھو یہ کتنی چھوٹی سی چیز تھی جو اپنے زمانہ کے لحاظ سے اُنہیں بڑی نظر آئی اتنی بڑی کہ مرزا نظام الدین صاحب کے ایک دو تھپڑوں کو اُنہوں نے غارِ ثور کے واقعہ کے مشابہہ قرار دیا۔

مگر یہ حالت کیوں پیدا ہوئی؟ اس لئے کہ قادیان میں احمدیوں کی حیثیت اِتنی حقیر سمجھی جاتی تھی کہ ہر شخص خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ حیثیت رکھنے والا ہو اُن کے کچلے جانے اور دُنیا سے ان کے مٹائے جانے کے متعلق کامل یقین رکھتا تھا۔

مجھے یاد ہے احمدی اپنے گھروں کے لئے مٹی کھودتے تو لوگ اُن کے خلاف شور مچادیتے حالانکہ وہ مٹی اپنی چھتوں کی لپائی کے لئے یا ایسی ہی اَور اغراض کے لئے کھود رہے ہوتے تھے۔ مگر وہ مقام جہاں احمدیوں کو اپنے مکانوں کی چھتوں پر لپائی کرنے کے لئے بھی مٹی کھودنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی آج اُسی مقام اور اُسی جگہ پر وہ بلند وبالا اور عظیم الشان عمارتیں کھڑی ہیں جو احمدیت کے عظیم الشان کارہائے نمایاں پر دلالت کرتی ہیں اور لاکھوں لوگ اِس جماعت سے وابستہ ہیں۔

اب غور کرو کہ کجا تو وہ حال تھا کہ قادیان میں صرف چند آدمی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے اور وہ بھی معمولی معمولی لوگوں کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے اور کجا یہ حالت ہے کہ ہمارے کارناموں کو دیکھ دیکھ کر دشمن کا دل اک یقین اور وثوق سے زیادہ سے زیادہ لبریز ہوتا چلا جارہا ہے کہ یہ ایک طاقتور اور منظم جماعت ہے اور غیر ممالک میں بھی یہی احساس پایا جاتا ہے۔

ابھی چند دن ہوئے انگلستان کے ایک اخبار میں شائع ہوا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ جماعت احمدیہ بہت بڑی مال دار جماعت ہے مگر اب ہمیں یہ نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ اصل میں اس جماعت کی ترقی روپیہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس جماعت کے افراد کی قربانی کی وجہ سے ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 231-232)

تفسیر کبیر نے سینے میں تلاطم پیدا کر دیا

میں نے گزشتہ سفر میں دیکھا کہ ملتان یا منٹگمری کے سٹیشن پر ایک شخص عین اُس وقت میری ملاقات کے لئے پہنچا جب کہ ریل چل پڑی تھی مگر وہ پھر بھی ریل کے ساتھ ساتھ دَوڑتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ میں نے کسی دوست سے لے کر آپ کی تفسیر پڑھی ہے جس نے میرے سینے میں ایک تلاطم پیدا کر دیا ہے مگر مجھ میں خریدنے کی استطاعت نہیں۔

اُس کے اندر اِتنا جوش تھا کہ ریل کے ساتھ ساتھ دَوڑتا آیا یہاں تک کہ پلیٹ فارم بھی ختم ہوگیا مگر میں نے دیکھا کہ وہ پھر بھی دَوڑ رہا تھا اور باوجودیکہ ریل کے شور میں اُس کی آواز دَب رہی تھی اُس کے ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 275)

جو خدا کا ہو خدا اسے تنہا نہیں چھوڑتا

پرانے بزرگوں کے واقعات میں ہمیں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک بزرگ تھے وہ مجلس میں بیٹھے تھے ایک شخص اُن کے پاس آیا اُنہوں نے 31 روپے 10 آنے اُس سے بطور قرض لئے تھے اور اُس قرض کی ادائیگی میں دیر ہوگئی تھی مجلس میں آکر اُس شخص نے تقاضا کیا کہ میرا قرض مجھے ادا کیا جائے مجھے اس وقت روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے میں نے قرض لیا ہوا ہے اور میں ان شاءاللہ جلدی ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔

اُس نے کہا میں ان شاءاللہ، ان شاءاللہ نہیں جانتا میں اُٹھوں گا نہیں جب تک آپ مجھے روپیہ نہ دے دیں اور پھر اُس نے بدگوئی شروع کردی کہ یہ بزرگ بنا پھرتا ہے لیکن ایسا بے ایمان اور بددیانت ہے کہ روپیہ لیتا ہے اور پھر ادا کرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

وہ چپ کر کے بیٹھے رہے آخر غلطی اُنہی کی تھی اُنہوں نے قرض لیا تھا اس کو واپس کرنے کا بھی فکر کرنا چاہیے تھا مگر ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا فلاں رئیس نے یہ رقم آپ کو تحفہ کے طور پر بھجوائی ہے اُنہوں نے گنی تو 25۔26 روپے تھی اُنہوں نے وہ رقم لپیٹ کر اُسے واپس کردی اور کہا کہ یہ میری نہیں ہوگی کسی اَور کی ہوگی۔ اُس نے لیتے ہی کہا اوہو! مجھ سے غلطی ہوگئی آپ کی رقم تو اس جیب میں ہے اور جب اُس نے وہ رقم نکالی تو وہ آنوں سمیت اُتنی ہی تھی جتنی وہ شخص مانگتا تھا۔

اب دیکھو جب اُن کے پاس ایک غلط رقم پہنچی تو وہ اُنہوں نے رکھ نہیں لی وہ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو میرے متعلق غیرت ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اب جبکہ مجھے مجلس میں ذلیل کیا گیا ہے خدا میرے متعلق اپنی غیرت ضرور دکھائے گا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ

بقیہ صفحہ 12 پر

ابومصور خان۔ رفیع ناصر

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 15 (سال 2017ء)

قسط 16

ظاہری نمازوں کی اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ نماز برائیوں سے بچاتی ہے تو یقیناً یہ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں میں نمازیں پڑھنے کے باوجود برائیاں قائم رہتی ہیں ان کی نمازیں صرف ظاہری نمازیں ہوتی ہیں وہ اس کی روح کو نہیں سمجھتے۔ پس یہ بہت ہی قابل فکر بات ہے جس پر ہم میں سے ہر ایک کو اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے۔ اگر ہمیں لذت و سرور آ رہا ہو یا یہ پکا ارادہ ہو کہ میں نے لذت اور سرور حاصل کرنا ہے تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی نمازوں میں باقاعدگی اختیار نہ کرے۔ ہر ایک کو کبھی نہ کبھی اس لذت وسرور کا تجربہ ہو جاتا ہے اور ہوا ہوگا۔ مشکل اور پریشانی میں جب کوئی ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ نمازوں میں بہت سے ایسے ہیں جو بڑے روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں۔ چلتے پھرتے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور اسی وجہ سے پھر عبادت کی طرف بھی توجہ رہتی ہے تو کوئی نہ کوئی ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور کچھ نہ کچھ توجہ پیدا ہو رہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تکلیف کی صورت میں مستقل دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن جب اپنی خواہشات پوری ہو جائیں، جب مشکلات سے نکل جائیں تو پھر بہت سارے ایسے ہیں جن کی نمازوں میں، عاجزانہ دعاؤں میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں مسلسل کوشش سے اپنے سامنے یہ ٹارگٹ رکھنا ہے کہ چاہے حالات اچھے ہوں یا برے، تنگی میں بھی اور کشائش میں بھی اس لذت و سرور کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے جو نشہ کی کیفیت طاری کر دے اور صرف ذاتی حالات ہی نہیں ایک مومن کو تو معاشرے کے عمومی حالات بھی جو ہیں وہ بھی درد پیدا کرنے والے ہونے چاہئیں اور جب یہ درد کی کیفیت ہوتی ہے تو پھر درد سے دعائیں بھی نکلتی ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 20/ جنوری 2017ء صفحہ 33)

ہر شخص کو اپنا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ اس کی نیکی اور تقویٰ کے کیا معیار ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ہر عہدیدار یاد رکھے کہ اگر کسی کے اپنے خلاف بھی شکایت ہو، کسی عہدیدار کے خلاف اس کو یا اس کے خلاف اس کو شکایت پہنچے یا اس کے خلاف کوئی اس کے سامنے بات کرے تو اس کو سننے کا حوصلہ ہونا چاہئے۔ عہدیداروں میں سب سے زیادہ برداشت ہونی چاہئے اور بات کرنے والے سے بدلہ لینے کی بجائے سب سے پہلے اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں میرے میں یہ برائی ہے تو نہیں۔ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یا صحیح کہہ رہا ہے۔ یہ بات بھی انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ضروری ہے۔

افراد جماعت سے مَیں یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ بھی اپنے تقویٰ کے معیار بڑھائیں۔ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کا انہیں بھی حکم ہے۔ اگر افراد جماعت کے نیکی اور تقویٰ کے معیار زیادہ ہوں گے تو عہدیدار خود بخود نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے ملتے جائیں گے۔ پس ہر شخص کو اپنا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ اس کی نیکی اور تقویٰ کے کیا معیار ہیں اور کیا وہ اس میں اضافے کی کوشش کر رہا ہے یا نہیں۔ ہر فرد جماعت کو اپنا فرض بھی پورا کرنا چاہئے جو اس کے ذمہ اطاعت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑا فرض ہے جو ہر فرد جماعت کے سپرد بھی ہے کہ تم اطاعت کرو۔ آپ کی اطاعت کے نمونے جہاں آپ کو جماعت سے تعلق میں بڑھائیں گے، وہاں آپ کی نسلوں کو بھی جماعت سے منسلک رکھیں گے۔ اگر نسلوں کے تقویٰ کے، نیکی کے معیار بلند ہوں اور بڑھتے چلے جائیں تو پھر آئندہ نسلوں میں تقویٰ پر چلنے والے عہدیدار بھی ملتے چلے جائیں گے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 10/ مارچ 2017ء صفحہ 110-111)

ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک اپنے آپ کو بیہودہ اور مشرکانہ مجلسوں سے بچایا ہوا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک اپنے آپ کو بیہودہ اور مشرکانہ مجلسوں سے بچایا ہوا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو کہیں گے کہ ہم تو ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم تو مشرکانہ مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔ لیکن یاد رکھیں کوئی مجلس ہو جیسے انٹرنیٹ ہے یا ٹی وی ہے یا کوئی ایسا کام ہے اور مجلس ہے جو نمازوں اور عبادت سے غافل کر رہی ہے وہ مشرکانہ مجلس ہی ہے۔

پس ہمیں اس گہرائی سے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ آپ علیہ السلام نے خاص طور پر توجہ دلائی کہ پانچ وقت نمازوں کو قائم کرو اور نمازوں کو قائم کرنا۔ باجماعت نماز کی ادائیگی ہے اور باقاعدہ اور وقت پر ادائیگی ہے۔ میں نے جائزہ لیا ہے۔ مجھے تو یہاں بھی اس میں ابھی بہت کمزوری نظر آ رہی ہے۔ مجھے دعا کے لئے لوگ کہتے ہیں اور جب پوچھو کہ تم خود دعا کرتے ہو؟ نمازیں پڑھتے ہو؟ باقاعدہ پڑھ رہے ہو؟ تو جواب نفی میں ہوتا ہے اور یہ کہ کوشش کرتے ہیں۔ پس اگر دعا کے لئے کہنے والے کے اپنے اندر اپنی تکلیف کو دُور کرنے کے لئے دعا کا درد پیدا نہیں ہوتا تو دوسرے کو کس طرح پیدا ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے دعا کرے۔ ہاں خود اگر اپنی دعاؤں کا حق ادا کر رہے ہوں تو پھر دوسروں کی دعائیں مدد کرتی ہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ۔ حدیث 1094)

اسی طرح جو معاشرتی برائیاں ہیں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی مختصر ذکر کیا ہے کہ آپس میں محبت پیار اور بھائی چارے کے بعض لوگوں میں وہ معیار نہیں جو ہونے چاہئیں بلکہ بغض، حسد اور کینہ پایا جاتا ہے۔ پس اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ دوسروں کو نہ دیکھیں کہ کوئی کیسا ہے۔ اپنی اصلاح کریں۔ اپنے آپ کو دیکھیں۔ اپنی اصلاح کر لیں گے تو باقی برائیاں بھی دور ہو جائیں گی۔ کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں ہر لحاظ سے پاک ہوں۔ پس ہمیشہ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے لئے استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کرنے والے ہوں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 21/ اپریل 2017ء صفحہ 184-185)

بیویوں سے حسن سلوک کے حوالے سے اپنے جائزے لینے کی تلقین

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ہر اس شخص کو جس کا اپنی بیویوں سے اچھا سلوک نہیں ہے جائزہ لینا چاہئے کہ اچھے اخلاق اور بیویوں سے اچھے سلوک کا مظاہرہ صرف ظاہری اچھا خُلق نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ ایمان کے معیار کی بلندی کی بھی نشانی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاوند کے فرائض اور بیویوں سے حسن سلوک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فحشاء کے سوا باقی تمام کج خُلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں اور فرمایا کہ ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے۔ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 19/ مئی 2017ء صفحہ 226)

مَردوں کو پہلے اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا وہ دین کے معیار پر پورا اترنے والے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’مَردوں کو پہلے اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا وہ دین کے معیار پر پورا اترنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی مَردوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ’’مرد اگر پارسا طبع نہ ہو تو عورت کب صالحہ ہوسکتی ہے۔‘‘ پہلی شرط تو یہی ہے کہ مرد نیک ہو تبھی اس کی بیوی بھی صالحہ ہو گی۔ فرمایا کہ ’’ہاں اگر مرد خود صالح بنے تو عورت بھی صالحہ بن سکتی ہے۔‘‘ فرمایا کہ ’’قول سے عورت کو نصیحت نہ دینی چاہئے بلکہ فعل سے اگر نصیحت دی جاوے تو اُس کا اثر ہوتا ہے۔‘‘ صرف باتوں کی نصیحت نہ کرو، صرف ڈانٹ پھٹک نہ کرو بلکہ اپنے عمل سے یہ ثابت کرو کہ تم نیک ہو اور تمہارا ہر قدم خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے والا ہے۔ ایسی نصیحت جو عمل سے ہو گی تو فرمایا کہ اس کا اثر ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ’’عورت تو درکنار اَور بھی کون ہے جو صرف قول سے کسی کی مانتا ہے۔‘‘ کوئی نہیں مانتا جب تک عمل نہ ہو۔ ’’اگر مرد کوئی کجی یا خامی اپنے اندر رکھے گا تو عورت ہر وقت کی اُس پر گواہ ہے۔‘‘ فرمایا کہ ’’......جو شخص خدا سے خود نہیں ڈرتا تو عورت اس سے کیسے ڈرے؟ نہ ایسے مولویوں کا وعظ اثر کرتا ہے نہ خاوند کا۔ ہر حال میں عملی نمونہ اثر کیا کرتا ہے۔‘‘ فرماتے ہیں کہ ’’بھلا جب خاوند رات کو اٹھ اٹھ کر دعا کرتا ہے، روتا ہے، تو عورت ایک دو دن تک دیکھے گی آخر ایک دن اسے بھی خیال آوے گا اور ضرور متاثر ہو گی۔‘‘ فرماتے ہیں کہ ’’عورت میں متاثر ہونے کا مادہ بہت ہوتا ہے......ان کی درستی کے واسطے کوئی مدرسہ بھی کفایت نہیں کرسکتا۔‘‘ عورتوں کو درست کرنے کے لئے کسی سکول کی ضرورت نہیں ہے، کسی ادارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ’’جتنا خاوند کا عملی نمونہ کفایت کرتا ہے۔‘‘ اگر اصلاح کرنی ہے تو خاوند اپنی اصلاح کر لیں۔ اپنے عملی نمونے دکھائیں تو ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ آپ فرماتے ہیں ’’......خدا نے مرد و عورت دونو کا ایک ہی وجود فرمایا ہے۔

یہ مَردوں کا ظلم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ایسا موقع دیتے ہیں کہ وہ ان کا نقص پکڑیں۔ ان کو چاہئے کہ عورتوں کو ہرگز ایسا موقع نہ دیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ تُو فلاں بدی کرتا ہے۔‘‘ کبھی ایسا موقع مردوں کو نہیں دینا چاہئے کہ عورت یہ کہے کہ تم میں فلاں بدی ہے۔ تم تو یہ بدیاں کرتے ہو۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ انسان کو اتنا پاک صاف ہونا چاہئے کہ ’’بلکہ عورت ٹکّریں

مار مار کر تھک جاوے اور کسی بدی کا اسے پتہ مل ہی نہ سکے تو اس وقت اس کو دینداری کا خیال ہوتا ہے اور وہ دین کو سمجھتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 207-208)

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 19؍ مئی 2017ء صفحہ 227-228)

آپ جائزہ لیں گھروں کی لڑائیاں، طلاق اور خلع کی نوبت اس لئے آتی ہے کہ جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر آپ جائزہ لیں تو گھروں کی لڑائیاں، طلاق اور خلع کی نوبت اس لئے آتی ہے کہ جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے جبکہ اسی بنیادی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ہمیں نکاح کے خطبے میں جن آیات کی تلاوت کرنے کا کہا گیا ہے اس میں یہ آیت بھی شامل ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴿۷۱﴾ (الاحزاب:71) کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو اور پھر آگے فرمایا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿۷۲﴾ (الاحزاب:72) کہ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ اب ایک اطاعت تو یہی ہے کہ جب آزادیاں ہوتی ہیں تو آزادی کے نام پر پردے ختم ہوتے ہیں اور جب پردے ختم ہوتے ہیں تو پھر شکوک پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح پھر بداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ پھر جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ایک سلسلہ چل پڑتا ہے جو نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 16؍ جون 2017ء صفحہ 282-283)

اپنا جائزہ لیں کہ ہم نے رمضان میں کیا حاصل کیا؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ رمضان کے بابرکت ایام کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

''ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے، ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ان بابرکت ایام میں کیا حاصل کیا؟ چاہے روزے آرام سے گزر گئے یا ذرا سا احساس ہوا اور اس سے گزر گئے تو اس سے مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔ مقصد تبھی حاصل ہو گا جب ہم یہ دیکھیں، اپنا جائزہ لیں کہ ہم نے حاصل کیا کیا؟

اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں رمضان کے مہینہ میں ساتویں آسمان سے نچلے آسمان پہ آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں اپنے بندوں کے قریب ہو کر ان کی دعائیں سنتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان الجزء الخامس حدیث 3394، 3334 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون بیروت 2004ء)

اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں روزہ رکھنے والوں کی خود جزا بن جاتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ... الخ حدیث 7492)

اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں شیطان کو جکڑ دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل شہر رمضان حدیث 2495)

ہم نے اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں اور اس کی رحمتوں سے فیض اٹھانے کے لئے کیا کیا عہد کئے ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے اور اس کی تعلیم کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے گزشتہ کوتاہیوں کو چھوڑنے کے لئے کیا عہد کئے ہیں اور کس حد تک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کی ہیں۔ پس یہ جائزے ہمیں اللہ تعالیٰ کے مستقل فضلوں کے حصول کی طرف توجہ دلانے والے اور اس وجہ سے اپنی حالتوں میں مستقل تبدیلی لانے کی کوشش، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہمیشہ جذب کرنے والا بنائے گی۔''

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 23؍ جون 2017ء صفحہ 292-293)

جلسہ سالانہ کا ہر ناظم اپنے شعبے کے کاموں کی کمی بیشی کا جائزہ لے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جلسہ سالانہ کے انتظام کے تحت ایک شعبہ ایسا بھی ہوتا ہے جو نگرانی وغیرہ کا شعبہ ہے جو مختلف شعبوں کا معائنہ بھی کرتا ہے جس کے کارکنان شعبوں کا جائزہ لے کر کمیوں اور خامیوں کی طرف اپنے افسر کے ذریعہ سے جلسہ سالانہ کے نظام کو توجہ دلاتے ہیں لیکن ہر شعبہ کے افسر کو بھی چاہئے کہ اپنے شعبہ سے متعلقہ کمیوں کو دیکھنے کے لئے کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگادیں جو اپنے شعبے کے کاموں کی کمی بیشی کا جائزہ لے کر شام کو اپنے افسر کو رپورٹ دیں۔ اس سے جلسہ کے دوران بھی اور آئندہ سال کے جلسہ میں بھی بہتری پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جائزہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ لنگر کے مہتمم کو مہمانوں کی ضروریات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے لیکن کیونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اس لئے بعض دفعہ خیال نہیں رہتا۔ بعض باتیں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں اس لئے دوسرا شخص یاد دلا دے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 220)

اور یاد دہانی کے لئے بہترین طریق یہی ہے کہ افسر خود کسی کو اس یاد دہانی کے لئے مقرر کریں جو جائزہ لیتا ہے کہ کہاں کہاں کمی ہے۔ امیر غریب کی یکساں مہمان نوازی ہونی چاہئے۔''

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 21؍ جولائی 2017ء صفحہ 242-243)

قرآن کریم کے احکامات اور اوامر و نواہی کا ہمیں جائزہ لینا ہو گا کہ کون کون سی نیک باتوں کو ہم کرنے والے ہیں اور کون سی ہم نہیں کر رہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کے احکامات کو دیکھ کر، اس کے اوامر و نواہی کو دیکھ کر ہمیں جائزہ لینا ہو گا کہ کون کون سی نیک باتوں کو ہم کرنے والے ہیں اور کون سی ہم نہیں کر رہے۔ کون سی برائیوں کو ہم چھوڑ رہے ہیں اور کن کو ہم نہیں چھوڑ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام اور دعوے کو صحیح رنگ میں پہچاننے کی ضرورت ہے۔

پس یہ زمانہ جو دنیا کو اللہ تعالیٰ سے دور لے گیا ہے اور ترقی کے نام پر ہر روز ہر آنے والا دن دور لے جانے کے لئے ایک نئی کوشش کرتا چلا جا رہا ہے اس وقت میں یہ احمدی کا ہی کام ہے کہ اپنے تعلق باللہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ہر چڑھنے والا دن اس معرفت میں ترقی کرنے والا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت صرف زبانی دعویٰ نہ ہو۔ اس کے صرف نعرے نہ لگائے جائیں بلکہ اس عشق و محبت کا اظہار آپ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنا کر ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ نعرے تو آپ کے نام کے لگائے اور اس کے بعد ظلم بھی آپ کے نام پر ہو رہا ہو۔ آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ اب دیکھتے ہیں بہت ساری تنظیمیں بنی ہوئی ہیں۔ حکومتیں بھی اور تنظیمیں بھی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ظلم کر رہی ہیں۔ وہ رحمۃ للعالمین جو تمام زمانے کے لئے رحمت بن کر آیا تھا ان کو انہوں نے اپنے عملوں سے ظلم کا نشان بنا دیا ہے گو ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے اس زمانے میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور یہی ہم کوشش کرتے چلے جا رہے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں۔

پس ہمیں اس حقیقی تصویر کو پیش کرنے کے لئے آپ کے ہر اسوہ کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی حکومت اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہر وقت اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ ہمارا ہر عمل اعمال صالحہ میں شمار ہونے والا عمل ہو۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ہر لمحہ اور ہر روز بلکہ ہر لمحہ اس کوشش میں ہوں کہ ہم نے شیطان سے دور ہونا ہے اور رحمان کے قریب ہونا ہے۔ ورنہ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے غیر بھی نمازیں پڑھتے ہیں لیکن اکثر ان کی نمازیں زمین پر ہی رہ جاتی ہیں وہ عرش پر نہیں جاتیں۔ عرش کے خدا کو ان نمازوں سے کوئی بھی غرض نہیں ہے کیونکہ ان میں اخلاص نہیں ہے۔ ان میں دنیا کی ملونی ہے۔ ایسی نمازیں ہیں جو ہلاکت ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد، یہ تنبیہ ہمیں سوچنے اور فکر کرنے کی طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے اور آپ کی بیعت کی حقیقت کو سمجھنے والی ہونی چاہئے۔''

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 25؍ اگست 2017ء صفحہ 403)

انصار کو اپنی نمازوں کا جائزہ لیتے رہنے کی ہدایت

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''انصار اللہ والے بھی اپنی رپورٹوں سے جائزہ لیتے ہوں گے اور جائزہ لینا چاہئے کہ باوجود اس کے کہ انصار کی عمر ایک پختہ اور سنجیدگی کی عمر ہے نماز باجماعت کی طرف اس طرح توجہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔ پس انصار اللہ کو خاص طور پر سب سے زیادہ اس بات کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ ان کا ہر ممبر نماز باجماعت کا عادی ہو بلکہ ہر ناصر کو خود اپنا جائزہ لینا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ وہ نماز باجماعت کے عادی ہوں۔ سوائے بیماری اور معذوری کی صورت کے نماز باجماعت ادا کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر قریب کوئی مسجد اور نماز سینٹر نہیں ہے تو علاقے کے کچھ لوگ کسی گھر میں جمع ہو کر نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ اگر یہ سہولت بھی نہیں تو گھر کے افراد مل کر نماز باجماعت پڑھیں۔ اس سے بچوں کو بھی، نوجوانوں کو بھی نماز اور باجماعت نماز کی اہمیت کا احساس ہو گا۔

پس انصار اللہ حقیقی رنگ میں انصار اللہ تبھی بن سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس پر عمل کرنے اور کروانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اس پر عمل نہیں کر رہے اور جن کے نگران بنائے گئے ہیں ان سے عمل نہیں کروا رہے یا عمل کروانے کی کوشش نہیں کر رہے، اپنے نمونے پیش نہیں کر رہے تو صرف نام کے انصار اللہ ہیں۔ آج تلواروں اور تیروں کی جنگ نہیں ہو رہی جہاں مددگاروں کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا ہے کہ ہمارا غالب آنے کا ہتھیار دعا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 28)

پس انصار اللہ بننے کے لئے اس دعا کے ہتھیار کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس ہتھیار کو استعمال کیا جائے اور جب یہ ہو گا تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا بھی صحیح حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ ورنہ آپ نے بار بار یہی فرمایا ہے کہ اگر میری باتوں کو نہیں مانتا اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کرتی، اپنی عبادتوں کے حق ادا نہیں کرنے تو پھر میری بیعت میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 140)

پس ہر ناصر کو خاص طور پر اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کس حد تک وہ نماز کے پابند ہیں۔ کس حد تک وہ اپنا نمونہ اپنے بچوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کی حالت اور کیفیت کیا ہے۔ کیا صرف ایک فرض اور بوجھ سمجھ کر نمازیں ادا ہو رہی ہیں یا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 15 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 29؍ ستمبر 2017ء صفحہ 462-463)

محمد داؤد ظفر

روس جاپان جنگ اور عالمی سطح پر طاقت کے توازن میں حیرت انگیز ڈرامائی تبدیلی

مشرقی طاقت کے ظہور اور کوریا کی نازک حالت کے متعلق عظیم الشان پیش خبری

2012ء میں خاکسار کو جماعتی وفد کے ساتھ کوریا کے دارالحکومت سئیول(Seoul) میں واقع قدیم جاپانی جیل کی عمارت دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ جیل جاپان کے نو آبادیاتی دور میں کورین پر ظلم وستم اور کوریا کی نازک حالت کی داستان عبرت کی ایک زندہ علامت ہے۔ مذکورہ جیل میں کورین کو قید کر کے ایسی اذیت ناک سزائیں دی گئیں کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس جیل کی باقیات میں موجود کوریا کی نازک حالت کے آثار و شواہد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش خبری ’’ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت‘‘ کی صداقت اور آپؑ کی سچائی کی گواہی دے رہے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس جیل کے وزٹ سے جماعتی وفد نے آپؑ کی مذکورہ عظیم الشان پیش خبری کے مطابق ’’کوریا کی نازک حالت‘‘ کے بکثرت شواہد بچشم خود دیکھے اور اس عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت کا گواہ بن گئے۔ الحمد للہ

بیسویں صدی کے اوائل میں روس اور جاپان کی ہولناک جنگ کے باعث عالمی سیاسی منظر نامہ پر طاقت کے توازن میں حیرت انگیز ڈرامائی تبدیلی رونما ہوئی اور مغربی طاقتوں کے مقابلے میں ایک زبردست مشرقی طاقت کا ظہور ہوا۔ روس وجاپان کے درمیان لڑی جانے والی اس جنگ کو Russo- Japanese War کہا جاتا ہے۔ دراصل بیسویں صدی کے آغاز میں دنیا کے نقشہ پر ساری بڑی طاقتیں مغرب تک محدود تھیں اور اس کے بالمقابل مشرق میں کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اہمیت کی حامل ہو یا جسے طاقت کہا جاسکے۔ مذکورہ جنگ میں جاپان کی فتح اور روس کی شکست سے عالمی سطح پر طاقت کا توازن تبدیل ہوا اور جاپان افق عالم پر ایک مشرقی طاقت بن کر ابھرا۔ جدید دور میں مغربی طاقتوں کے مقابل پر کسی بھی ایشیائی طاقت کی یہ پہلی بڑی فتح تھی۔ مشرقی طاقت کی حیثیت سے افق دنیا پر نمودار ہونے سے جاپان نے مشرقی ایشیا میں روس کے توسیع پسندانہ اقدامات کے آگے بند باندھ کر اس کے جارحانہ عزائم خاک میں ملا دیئے اور اس طرح ایشیا میں مغربی تسلط اپنے اختتام کی طرف بڑھنے لگا۔ جاپان نے ایسی طاقت پکڑی کہ چین اور ایشیاء کے دیگر علاقے بھی آہستہ آہستہ جاپان کے قبضہ میں جانے لگے اور اس کے اثر ورسوخ میں اسقدر اضافہ ہوا یہاں تک کہ جاپان کو برطانیہ اور دیگر بڑی طاقتوں کے ہم پلہ سمجھا جانے لگا۔ ابتدا میں جاپان اپنے آس پاس کے علاقوں کو قبضہ میں لیکر اپنی سلطنت کا حصہ بناتا رہا اور ساتھ ہی اپنی فوجی قوت اور طاقت کو ناقابل تسخیر بنانے میں لگا رہا۔ 1920ء سے 1930ء کی دہائی میں جاپان ایک بہت بڑی طاقت کے روپ میں سامنے آیا۔ 1931ء میں جاپان نے چین کے شمال مشرقی صنعتی علاقے منچوریا پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد 1937ء سے 1938ء کے دوران چین کے تمام اہم ساحلی علاقوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ 1939ء میں جاپان نے موجودہ ہانگ کانگ کے جزائر شانٹو اور کینٹن پر قبضہ کرلیا۔ 1940ء میں موجودہ میانمر، ملائیشیا، برونائی، ویتنام، تھائی لینڈ، لاؤس اور کمبوڈیہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ آخر کار جاپانی سامراج بڑھتے بڑھتے اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ جاپان نے بڑی طاقتوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بجا دی۔

جاپان کے ساتھ جنگ روس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی اور اسے اس کی بڑی بھاری قیمت چکانا پڑی۔ اس جنگ نے روس پر ایسے گہرے اثرات چھوڑے کہ آئندہ کئی دہائیوں تک روس اندرونی طور پر خلفشار کا شکار رہا۔ اس طویل جنگ کے باعث روس کی معیشت کی کمر ٹوٹ گئی اور عوام میں زار روس کے خلاف شدید غم و غصہ پیدا ہوا اور ان کے دلوں میں نفرت انگیز جذبات پروان چڑھنے لگے۔ ستمبر 1905ء میں روس کو جاپان کے ہاتھوں ذلّت آمیز حتمی شکست ہوئی۔ ابھی یہ جنگ جاری تھی اور بعض اہم محاذ پر روس کو شکست ہو چکی تھی کہ اس جنگ کے دوران ہی جنوری 1905ء میں انقلاب روس کے شعلے بھڑک اٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے روس کی پوری سلطنت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حکمران طبقے اور اشرافیہ کے خلاف بڑے پیمانے پر سیاسی اور سماجی بدامنی کی لہر نے روسی سلطنت کو ہلا کے رکھ دیا۔ 1905ء کے انقلاب سے پہلے روسی سماج میں سیاسی، سماجی اور معاشی تبدیلیاں آ رہی تھیں، خاص طور سے بادشاہت کے اختیارات کے خلاف تعلیم یافتہ نوجوان طبقے میں، جو کہ مغربی تہذیب و افکار سے متاثر ہو رہا تھا۔ احتجاجی جلسوں اور ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مزدوروں کے ایک احتجاج کے دوران ایک المناک سانحہ پیش آنے سے انقلاب کی چنگاری نے جنم لیا۔ اس اندوہناک سانحہ کو ’’خونی اتوار‘‘ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 22/ جنوری 1905ء میں اتوار کے دن پیٹرز برگ میں ایک لاکھ مزدوروں نے زار روس کو اپنے حقوق کے لئے عرضداشت پیش کرنے کے لئے مارچ شروع کیا اور جب مزدوروں کا یہ جلوس زارؔ کے محل کے سامنے پہنچا تو زارؔ کے حکم پر جلوس کو سختی سے کچلنے کے لئے طاقت کا استعمال کیا گیا اور جلوس پر گولی چلائی گئی جس سے بہت سے مزدور مارے گئے اور بڑی تعداد میں زخمی ہوئے۔ شہر کی گلیاں مزدوروں کے خون سے بھر گئیں۔ اس پر سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ زارؔ کی حکومت کے خلاف عوامی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ بعد میں اس تحریک کو سختی سے بظاہر کچل دیا گیا لیکن اندر ہی اندر لاوا پکتا رہا۔ اس صورتحال سے روس ابھی سنبھل نہ پایا تھا کہ چند سالوں بعد پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی اور روس بھی جرمنی اور آسٹریا کے خلاف جنگ میں شریک ہو گیا۔ جس نے روس کی معیشت کو مزید برباد اور قوم کو بدحال کر دیا۔ بھوک وافلاس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس صورت حال میں بڑے پیمانے پر بغاوت اور عوامی تحریک کے سائے منڈلانے لگ گئے مظاہروں اور ہڑتالوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔ 1905ء کے انقلاب کا دبا لاوا ابل پڑا اور فروری 1917ء میں ایک ایسا خونی انقلاب آیا جس نے روس کی سیاست کا رخ بدل کے رکھ دیا اور زار روس کی حالت زار پر منتج ہوا۔ روسی زار شاہی خاندان کے افراد کا بہیمانہ قتل کیا گیا اور تین سو سال سے روس کے مطلق العنان حاکم زارؔ خاندان کی حکمرانی اپنے انجام کو پہنچی۔ 1905ء کا انقلاب 1917ء کے انقلاب کا پیش خیمہ بنا۔

یاد رہے کہ روس وجاپان کے درمیان جنگ (1904ء - 1905ء) جزیرہ نما کوریا اور شمال مشرقی چین کے علاقے پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے لڑی گئی۔ روس یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کوریا پر قبضہ کر لے مگر جاپان کوریا پر روس کے قبضہ کو اپنی موت سمجھتا تھا۔ اس وقت جزیرہ نما کوریا (اب شمالی کوریا اور جنوبی کوریا کے دو ممالک پہ مشتمل ہے) اس قدر غیر معروف ملک تھا کہ عام پڑھے لکھے لوگ بھی اس کے نام سے ناآشنا تھے۔ اس زمانے میں جاپان اور روس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا کیونکہ روس ایک عالمی طاقت تھا اور اس کی جنگی طاقت کے مقابل پر جاپان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ یہ جنگ شروع ہوئی تھی اور ابھی جاپان نے کوئی میدان نہیں مارا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو 29/ اپریل 1904ء کو الہام ہوا کہ ’’ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت‘‘۔ اس الہام کے دیگر الفاظ یہ ہیں۔ ’’کوریا خطرناک حالت میں ہے۔ مشرقی طاقت‘‘ (تذکرہ) اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبل از وقت اس جنگ کے نتائج کی خبر دی کہ مغربی طاقتوں کے مقابل مشرق میں ایک زبردست طاقت کا ظہور ہو گا۔ جاپان اس معرکہ میں فاتح ٹھہرے گی اور روس کو شکست ہو گی جبکہ کوریا کی حالت نازک ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی بڑی آب و تاب کے ساتھ آپؑ کے زمانہ میں پوری ہوئی اور آپؑ کی پیشگوئی کے عین مطابق اس جنگ میں جاپان نے فتح حاصل کی اور روس کو شکست ہوئی اور اس جنگ کے کوریا پہ بڑے بھیانک اثرات ہوئے۔ جاپان ایک زبردست مشرقی طاقت بن کر دنیا کے افق پر نمودار ہوا۔ آپ کی پیشگوئی سے پہلے مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا۔ جس وقت یہ الہام ہوا بڑے بڑے سیاسی مدبر بھی روس کی زبردست طاقت کو دیکھتے ہوئے جاپان کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتے تھے کہ جاپان اس معرکہ میں فتح حاصل کر لے گا اور اس کے ہاتھوں روس کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں دنیا کے اندازوں اور امیدوں کے صریح برخلاف روس باوجود اپنی طاقت کے شکست کھا گیا اور جاپان عالمی افق پر ایک مشرقی طاقت کے طور پہ ابھرا۔

روس اور جاپان کی یہ جنگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک حیات کے دوران 1904ء میں ہوئی۔ اس جنگ کا تذکرہ آپؑ کی مبارک مجلس میں بھی ہوا اور یہ جنگ ایسی ہولناک اور خونخوار تھی کہ ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کی طرف سے برپا مخالفت کو اس جنگ سے تشبیہ دی۔ آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ:

ؔ جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کارزار
اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 149)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دورہ یورپ کے دوران 28/ جولائی 1967ء کو لندن میں وانڈزورتھ ٹاؤن ہال میں ایک روح پرور اورعظیم الشان لیکچر ارشاد فرمایا جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت سے لے کر آئندہ عالمی سطح پر طاقت کے توازن میں ہونے والے تغیرات کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

’’آپؑ کے دعویٰ کے وقت مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا لیکن 1904ء میں آپ نے دنیا کو یہ بتایا کہ عنقریب مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے رقیب کی حیثیت میں دنیا کے افق پر ایسی مشرقی طاقتیں ابھرنے والی ہیں جن کی طاقت کا لوہا مغربی طاقتوں کو بھی ماننا پڑے گا۔ چنانچہ جلد ہی اس کے بعد جنگ روس و جاپان میں جاپان نے فتح پائی اور وہ ایک مشرقی طاقت کے طور پر افق دنیا پر نمودار ہوا۔ پھر دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو چین ایک مشرقی طاقت کی حیثیت سے افق دنیا پر اپنی پوری مشرقیت اور طاقت کے ساتھ نمودار ہوا اور انسانی تاریخ میں ان ہر دو طاقتوں کے عروج کے ساتھ ایک نیا موڑ آیا، جن کے اثرات انسانی تاریخ میں اتنے وسیع اور اہم ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کرسکتا اور یہ جو کچھ ہوا الٰہی منشاء اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔‘‘

(امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ، صفحہ 7-8)

روس اور جاپان کے مابین جنگ کا تاریخی پس منظر

دراصل انیسویں صدی کے آخر میں جاپان کی روس کے ساتھ جنگ سے پہلے جاپان اور چین کے درمیان کوریا پر اپنا اثر و رسوخ اور اقتدار قائم کرنے کے لئے ایک طویل جنگ (1894ء - 1895ء) ہوئی۔ اس جنگ کو Sino JapaneseWar کہا جاتا ہے۔ 9 ماہ کی اس طویل جنگ کے بعد جاپان نے کوریا پہ قبضہ کرلیا اور چین کے بعض علاقوں کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ بالآخر شکست خوردہ چین کو جاپان کے ساتھ بلا شرائط جنگ بندی کے لئے معاہدہ کرنا پڑا جس میں اسے اپنے بعض علاقے بھی چھوڑنے پڑے۔ روس نے خطہ میں جاپان کے اس بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کے خدشہ سے مداخلت کی۔ روس، فرانس اور جرمنی کی دھمکی کے پیش نظر جاپان نے ان طاقتوں کے سامنے بے بس خیال کرتے ہوئے جنگ کے دوران قبضہ کئے ہوئے چین کے علاقے اسے واپس کر دیئے۔ جاپان کے اس اقدام سے مسئلہ حل نہ ہوا بلکہ تناؤ اور کشیدگی مزید بڑھ گئی جب روس نے انہی علاقوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جو جاپان سے خالی کروائے گئے تھے۔ دراصل روس کو اپنے تجارتی اور جنگی مقاصد کے پھیلاؤ کے لئے بحر اوقیانوس میں گرم پانیوں تک رسائی حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ روس کی بندرگاہ Vladivostok موسم سرما میں بند ہو جاتی تھی۔ اس کی اس مقصد کے لئے چین میں پورٹ آرتھر (Port Arthur) پر نظر تھی جسے آج کل Lushun Port کہا جاتا ہے۔ روس نے 1896ء میں چین سے بندرگاہ آرتھر کو لیز (Lease) پر لیکر بعد میں اپنے قبضہ میں لے لیا اور دوسری مغربی طاقتوں کے بل بوتے پہ ان علاقوں کو اپنے تسلط میں لے لیا جو جاپان نے چین کے ساتھ جنگ میں قبضہ کئے تھے۔ روس نے چین کے مشرقی ساحل کو بھی ریل کے نظام سے منسلک کر کے جاپان کی سالمیت کو خطرہ سے دوچار کر دیا۔ جاپان نے اس پہ احتجاج کیا۔ روس اور جاپان کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ ابتداء میں روس کی جنگی جارحیت کی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے جاپان نے روس کو یہ پیشکش کی کہ وہ شمال مشرقی چین کے علاقہ منچوریا پر روس کا تسلط تسلیم کرلے گا اور اس کے بدلے جزیرہ نما کوریا پہ جاپان کا اثر و رسوخ تسلیم کیا جائے۔ لیکن روس نے جاپان کی اس پیشکش کو رد کر دیا اور اس طرح روس اور جاپان کے درمیان مذاکرات ناکام ہو گئے۔ جاپان نے روس کے ایشیا میں جنگی عزائم کا ادراک کر کے جنگ کی ٹھان لی۔ اس وقت زار روس نکولس ثانی کا اقتدار تھا۔ باوجود اس کے دونوں کے درمیان مذکرات ناکام ہو چکے تھے۔ نکولس کو اس کے مشیروں نے یہ بتایا کہ جاپانی فوج روس کی ملٹری کو چیلنج نہیں کرے گی۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جاپان کو کمزور حریف خیال کر رہے تھے۔ 8/ فروری 1904ء کو اپنی سالمیت پہ خطرہ کو بھانپتے ہوئے چین میں روس کی نیول بیس پورٹ آرتھر پہ جاپانی نیوی نے اچانک حملہ کر دیا۔ مارچ 1904ء میں جاپان نے کوریا کے ساتھ ایک معاہدہ کے ذریعے اپنی فوج داخل کر کے کوریا پر اپنا کنٹرول حاصل کرلیا۔ جنوری 1905ء میں ایک لمبے محاصرہ اور متواتر جاپانی نیوی کے حملوں کے روس کو پورٹ آرتھر کو جاپان کی تحویل میں دینا پڑا۔ 20/ فروری تا 10/ مارچ 1905ء میں روس اور جاپان کے درمیان آخری زمینی جنگ Mukden کے مقام پہ لڑی گئی جسے آج کل Shenyang کہا جاتا ہے جو کہ چین کے صوبہ لیاؤ ننگ میں واقع ہے۔ یہ لڑائی جنگ عظیم اول سے پہلے سب سے بڑی لڑائی تھی جس میں تقریباً نصف ملین لوگ جنگ میں شامل ہوئے۔ روس کی فوج 3 لاکھ تیس ہزار تھی اور دوسری طرف جاپانی فوج کی تعداد 2 لاکھ ستر ہزار تھی۔ شدت کی اس لڑائی میں 89 ہزار روسی 71 ہزار جاپانی مارے گئے۔ بالآخر روس کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ 27/ مئی 1905ء کو شروع ہونے والا آخری فیصلہ کن معرکہ آبنائے سوشیما (tsushima strait) پر تھا جس میں روس کے مایہ ناز بحری بیڑہ جسے بحیرہ بالٹک میں تیار کیا گیا تھا اور آدھی دنیا کا سفر طے کرنے کے بعد میدان جنگ میں پہنچا تھا اسے تباہ کر دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں روسی بحری قوت کی کمر ٹوٹ گئی۔ دو دن کی اس مختصر جنگ میں روس کے دو تہائی جنگی بحری جہاز پانی میں غرق کر دیئے گئے اور متعدد جہاز جاپانی فوج نے اپنی تحویل میں لے لئے۔ اس ڈرامائی اور فیصلہ کن معرکہ کے بعد روس کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ 5/ ستمبر 1905ء میں معاہدہ صلح مرتب کیا گیا جس کے مطابق کوریا اور دیگر جزائر پہ جاپان کے اقتدار کو تسلیم کیا گیا اور پورٹ آرتھر اور دوسرے علاقے روس کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ جاپان کی اس زبردست فتح نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ ’’مشرقی طاقت‘‘ کے الہامی الفاظ کے مطابق دنیا کے انتہائی مشرق میں واقع ملک جاپان اس جنگ کے نتیجہ میں دنیا کے نقشہ پہ عظیم مشرقی طاقت کے طور پر ابھرا اور اس جنگ نے ایشیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ نہ صرف کوریا میں بلکہ دیگر ایشیائی علاقوں میں جاپان کا اثر و نفوذ غیر معمولی طور پہ بڑھنے لگا۔ اس جنگ نے روس پہ بڑے گہرے اثرات چھوڑے۔ 1905ء میں انقلاب روس برپا ہوا اور بالآخر 1917ء میں زار روس کی حالت زار کا نظارہ بھی دنیا نے دیکھا۔ ان انقلابات کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک اور پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ ’’زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار۔‘‘

جاپان کے نوآبادیاتی نظام کے زیر تسلط کوریا کی نازک حالت

روس کے ساتھ جنگ میں جاپان نے فتح کے چند سال بعد 1910ء میں جزیرہ نما کوریا کا مکمل کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اپنے ساتھ زبردستی الحاق کر کے کوریا کی آزادی مکمل طور پر سلب کر لی اور اس کے ساتھ ہی کوریا کے رہنے والوں کے لئے مصائب و مشکلات اور ظلم و جبر کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش خبری کے مطابق ’’کوریا کی نازک حالت‘‘ اپنی پوری شان کے ساتھ حرف بحرف پوری ہوئی۔ جاپان کے کوریا میں قبضہ کے دوران کورین قوم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور کئی دہائیوں تک ظلم کا بازار گرم رہا۔ اس طرح کے ظلم کی مثالیں تاریخ عالم میں کم ہی دیکھنے میں ملتی ہیں۔ اس دور میں کوریا کے رہنے والوں پر ان کی اپنی زمین تنگ کر دی گئی اور ایسی عبرت ناک سزائیں دی گئیں جس کے تصور سے بدن کانپ اٹھتا ہے۔ یہ کوریا کی نازک و ابتر حالت کا سیاہ ترین دور تھا۔

جاپان کے کوریا پر قبضہ کے دوران 1912ء میں جاپان نے کوریا کی زرعی اراضی اپنے شہریوں کی ملکیت میں دینے کے لئے قوانین بنائے اور بڑے پیمانہ پر جاپانیوں کو کوریا میں آباد کرنے کے لئے ایک پروگرام تشکیل دیا۔ ان قوانین کی آڑ میں بہت سے کورین کو ان کی اپنی اراضی سے بے دخل کر کے سستے داموں جاپانیوں کو فروخت کیا گیا۔ اس طرح زرعی اراضی ہتھیا کر نہ صرف کورین کسانوں کو ان کے حقوق سے محروم کیا گیا بلکہ جبری مشقت لے کر جاپان کے نوآبادیاتی نظام کو فائدہ پہنچایا گیا اور کورین کسان بیچارے بھوک اور فاقوں سے مرتے رہے۔ جاپان نے کوریا کے قدرتی وسائل اپنے قبضہ میں لے کر لاکھوں ایکڑ پر پھیلے وسیع جنگلات جاپانی لمبر نگ کو مپنیز کے سپرد کئے جنھوں نے جنگلات کاٹ کر تباہ کر دیئے۔ ماہی گیری کی انڈسٹری کی جاپانی شہریوں کے کنٹرول میں تھا دی گئی اور لاکھوں کورین جن کی زندگی کا انحصار اس پر تھا اپنے حق سے محروم کر دیئے گئے۔ کورین لیبر (Labour) کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں کورین مزدوروں سے بلا معاوضہ جاپان کی فیکٹریوں میں جبری مشقت لی گئی۔ جاپان نے اپنے مفاد کی خاطر کوریا بھر میں مواصلات اور نقل وحمل کا نیا نیٹ ورک بنا کر ایک نیا مانیٹری اور مالیاتی نظام قائم کر دیا۔ جاپانی کامرس کو پروموٹ کیا اور ناانصافی سے کام لیتے ہوئے کورین کو اس مالیاتی نظام سے بالکل دور رکھا اور اس پر صرف اپنی اجارہ داری قائم کی۔ کوریا پر جاپان کے قبضے دوران کوریائی نوجوانوں کو زبردستی فوج میں بھرتی کر کے دوسری عالمی جنگ میں ایشیا کی کالونیز میں اگلے محاذ پر لڑنے کے لئے بھجوایا جاتا رہا۔ اس طرح کورین کی بڑی تعداد محاذ جنگ پر ماری گئی اور کوریا کی اپنی فوج بھی ختم کر دی گئی۔ جاپان کے سامراجی نظام نے کورین ثقافت وکلچر پر بھی حملہ کیا۔ کورین ثقافت کو ختم کرنے کے لئے سکولز، یونیورسٹیوں اور پبلک مقامات پر کورین زبان بولنے اور پڑھانے پر پابندی عائد کر دی گئی اور سکولوں کی تعداد کو کم کر دیا گیا۔ کورین تاریخ پر مشتمل لاکھوں کی تعداد میں ڈاکومنٹس اور کاغذات کو نذر آتش کر دیا گیا اور کتابوں پر پابندی عائد کر دی گئی تا کہ کورین لوگوں کے ذہنوں سے کوریا کی تاریخ کو محو کر دیا جائے۔ اس کے متبادل کوریا میں جاپانی ثقافت و زبان کو رائج کر دیا گیا اور کورین باشندوں کو اپنی زبان ترک کر کے جاپانی زبان بولنے اور پڑھنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ جاپان نے مذہبی رسومات کو ادا کرنے کے لئے کوریا بھر میں شنٹو خانقاہیں تعمیر کروائیں جہاں کورین لوگوں کو پوجا کے لئے مجبور کیا جاتا تھا اور بہت سے کورین نے ڈر اور خوف سے شنٹو کی مذہبی رسومات کو اختیار کر لیا۔ جاپانی سامراج نے کورین قوم کی پہچان اور شناخت یکسر مٹانے کے لئے ایک اور بھرپور وار یہ کیا کہ کورین زبان میں رکھے گئے ناموں کو برقرار رکھنے کا اختیار بھی کورین قوم

سے چھیننے کی کوشش کی اور نام تبدیل کرنے کے لئے دباؤ ڈالا۔اس طرح کورین باشندوں کی بڑی تعداد کو جاپانی زبان میں نام رکھنے پڑے اور نام تبدیل نہ کرنے والوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا۔جاپان کے کوریا پر تسلط کے دوران جاپانی فوج کے کوریائی عورتوں سے جنسی جنگی جرائم کی داستان الگ ہے۔گزشتہ کئی دہائیوں سے یہ معاملہ جاپان اور کوریا کے تعلقات میں رخنہ کا باعث بنتا چلا آرہا ہے۔آخر کار جب کورین قوم نے ان مظالم سے تنگ آ کر جاپان کے آبادیاتی نظام کے خلاف آواز بلند کرنے کی کوشش کی تو ان پر ان کی زمین مزید تنگ کر دی گئی۔ان کو مارا گیا اور جیلوں میں بند کر کے سخت سزائیں دی گئیں۔جاپان کے کوریا پر قبضے کے دوران کورین قوم پر ظلم کی اندوہناک تاریخ رقم کی گئی۔

کوریا میں جاپان کے نوآبادتی دور کے ظلم وستم کی علامت کوریا میں جاپانی جیل کا وزٹ

یکم مارچ 1919ء میں کورین راہنماؤں نے جاپانی نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کرنے کے لئے احتجاجی مظاہروں کا آغاز کیا جس پر بہت سے لوگ احتجاج کے لئے سڑکوں پر باہر نکلے۔آزادی کی یہ تحریک سیئول سے شروع ہوئی اور کوریا کے طول وعرض میں پھیل گئی۔دو ملین لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔یہ مارچ فرسٹ مومنٹ کے طور پر مشہور ہے۔اس احتجاج سے آہنی ہاتھوں سے نپٹا گیا اور بہت سے کورین باشندوں کو قتل کر دیا گیا۔ایک بڑی تعداد کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کر کے عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔

یہ جیل ’’سادےمن‘‘ (seodaemun) آزادی پارک میں واقع ہے۔اس جیل کی تعمیر کا آغاز 1907ء کے اوائل میں ہوا اور اکتوبر 1908ء میں اسے اوپن کیا گیا۔اس جیل کمپلیکس کی اصل پندرہ عمارتوں میں سے سات تاریخی عمارات کو بطور یادگار محفوظ کیا گیا ہے۔کوریا کی آزادی کے بعد اس جیل کو مختلف نام دیئے گئے۔1987ء تک بطور جیل کے ہی اس کا استعمال ہوتا رہا لیکن 1992ء میں اس جیل کو جاپان کے نوآبادیاتی دور میں بے مثال قربانی کرنے والوں اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کی یاد میں میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا۔اس میوزیم کو Seodaemun Prison Histroy Hall کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اس جیل کے وزٹ سے جاپان کے کوریا پر قبضے کے دوران اس دور کی ہولناکیوں کا تجربہ اور احساس کیا جا سکتا ہے۔اس جیل کی عمارت میں قدم رکھتے ہی اس کے در و دیوار کورین قوم پر ظلم وجبر کی ایک المناک داستان بیان کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔اس جیل کے ’’عارضی حراستی کمرہ‘‘ اور ’’ٹارچر روم‘‘ میں تخلیق کردہ تشدد کے مناظر خوفناک حد تک حقیقت پسندانہ ہیں۔جاپان کے نوآبادیاتی دور میں کورین قیدیوں پر کیے گئے ان تخلیق کردہ مظالم کے مناظر کو دیکھ کر دل خوف سے لرز جاتا ہے۔اس جیل کے واچ ٹاورز، ٹارچر سیل، پھانسی گھاٹ، اور تہہ خانہ میں موجود عقوبت خانے قیدیوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے خفیہ راستہ آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں جن کے در و دیوار کوریا کی اس دور کی نازک حالت بیان کر رہے ہیں۔اس جیل میں موجود تاریک اور تنگ کمرے ہیں جہاں کورین لوگوں کو قید کر کے تنگ دیواروں کے درمیان رکھا جاتا تا کہ وہ نہ تو بیٹھ سکیں اور نہ ہی ٹھیک سے کھڑے ہو سکیں۔ایک چھوٹے سے ’’کانٹے دار ڈبہ یا باکس‘‘ میں بھی بعض قیدیوں کو بند کیا جاتا۔اس باکس کے اندر کی طرف بھالے لگے ہوتے اور مزید اذیت دینے کے لئے اسے زور سے ہلایا جاتا جس سے قیدی کا جسم زخموں سے چھلنی ہو جاتا۔اگست 2015ء میں اس جیل وزٹ کے دوران، جاپان کے سابق وزیر اعظم ہاتویاما (Hatoyama) نے دوسری جنگ عظیم میں جاپان کے کوریا پہ قبضے کے دوران مارے گئے شہداء کی یادگار کے سامنے احتراماً جھک کر کوریائی آزادی کے جانثاروں کو خراج عقیدت پیش کیا اور جاپانی جیلوں میں تشدد کی وجہ سے ہونے والی متعدد کورین لوگوں کی موت پر معافی مانگی۔اس سے قبل جاپانی وزیر اعظم ناؤتو کان نے کوریا پر جاپانی قبضہ کے دوران ہونے والی زیادتیوں، نقصانات کے لئے متاثرین سے معافی مانگی۔جاپان کوریا سے متعدد بار کوریا پر اپنے تسلط کے دوران اپنے غلط اقدامات پر معافی مانگ چکا ہے۔کوریا 35 سال تک جاپان کے زیر تسلط رہا۔1945ء میں جاپان کی جنگ عظیم دوم میں شکست کے بعد تسلط ختم ہوا۔لیکن اس دردناک دور کی تلخ یادیں آج بھی دونوں ملکوں کے تعلقات میں رخنہ اور تنازع کا باعث بنی ہیں۔کوریا کی تاریخ کا ایک اور سیاہ ترین باب اسکی آزادی کے معاً بعد شروع ہوا۔جنگ عظیم دوم کے بعد جزیرہ نما کوریا آزاد ہوا تو یہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ایک جنوبی کوریا اور ایک شمالی کوریا کے نام سے دو الگ ملک وجود میں آئے۔ایک بار پھر کوریا اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزرا جب کوریا کے راہنماؤں نے کوریا کو متحد کرنے کی کوشش کی لیکن بڑی طاقتوں کی وجہ سے متحدہ کوریا کی تشکیل نہ ہو پائی اور دونوں کوریائی ملکوں کے درمیان خون ریز جنگ ہوئی۔اس جنگ میں کئی ملین لوگ مارے گئے۔املاک اور صنعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔سرحد کے آر پار لاکھوں خاندان تقسیم ہو کر رہ گئے۔تین سال کی اس خون ریز جنگ کے بعد جزیرہ نما کوریا دو مستقل ریاستوں میں تقسیم ہو گیا آج تک اس ہولناک جنگ کی یادیں کوریا کے باشندوں کے دلوں میں پیوست ہیں۔

روس اور جاپان معرکہ پر مؤرخین کی آراء اور تجزیے

بیسویں صدی کے اوائل میں لڑی جانے والی روس جاپان میں جاپان کی فتح نے بین الاقوامی مبصرین کو ششدر کر دیا۔اس جنگ کے نتائج نے مشرقِ ایشیا میں طاقت کے توازن کو بدل دیا اور جاپان عالمی منظر نامے پر ایک زبردست مشرقی طاقت بن کر نمودار ہوا۔جاپان نے مشرقی ایشیا میں اپنا اثر و رسوخ میں خاصہ اضافہ کر لیا۔اس مذکورہ جنگ میں روس کی شکست سے انقلاب روس برپا ہوا اور سلطنت روس اندرونی طور پر خلفشار کا شکار ہوئی اور آخر کار 1917ء کے خونی انقلاب نے روسی سلطنت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔بہت سے سیاسی مدبرین اور تجزیہ نگاروں نے روس جاپان جنگ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس جنگ کے نتائج پر بحث کی ہے۔

پروفیسر جان ڈبلیو لکھتے ہیں:

The Russo-Japanese War was the first global conflict of the modern era and the first war in which an emerging Asian nation defeated a European great power.

(The Russo-Japanese War in Global Perspective Edited by John W. Steinberg)

روس اور جاپان کے مابین جنگ موجودہ زمانہ کا پہلا عالمی تنازعہ تھا اور پہلی جنگ تھی جس میں ایک ابھرتی ہوئی ایشیائی طاقت نے یورپ کی ایک عظیم طاقت کو شکست دیدی۔

ولیم ووڈرف اپنی کتاب ’’جدید دنیا کی مختصر تاریخ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

In 1905 Russia was defeated by Japan

on land and sea. Japan's victory signaled the beginning of the end of western hegemony in the Orient. Russia's defeat in eastern Asia was so humiliating that it gave rise to the Russian revolution of 1905.

(A Concise History OF Modern World by William Woodruff page108)

1905ء میں جاپان نے روس کو سمندر اور خشکی دونوں جگہ پر مات دی۔جاپان کی فتح نے مشرق میں مغرب کی بالادستی کے اختتام کا اشارہ دے دیا۔مشرقی ایشیا میں روس کی شکست اتنی شرمناک تھی کہ اس نے 1905ء کے روسی انقلاب کو ابھار دیا۔

جورج پیٹرک روس کے متعلق اپنی کتاب میں اس جنگ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

This was the first time in history that an Asian nation had defeated a major European power. This was important because at the end of the war the treaty forced Russia to leave Korea and Japan got land from Russia. This was their first time influencing Korea and expanding into the rest of Asia.

(Eastern Destiny Russia in Asia and the North Pacific by G.PatrickMarch)

تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ اس جنگ میں ایک ایشیائی قوم نے ایک یورپ کی بڑی طاقت کو شکست سے دوچار کیا۔جنگ کے خاتمہ پر جاپان نے روس سے کئے گئے معاہدے کے ذریعہ روس کو کوریا سے نکلنے پر مجبور کیا اور کوریا پہ اپنا تسلط قائم کیا۔یہ پہلی مرتبہ تھا کہ جاپان کو کوریا میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کا موقع ملا اور دیگر ایشیائی علاقوں میں اس کا اثر ونفوذ بڑھنے لگا۔

روس اور جاپان کے معرکہ میں جاپان کی فتح اور عالمی نقشے پر ابھرنے کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر روتم اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

The Russo-Japanese War, which occurred a century ago pitted on of the major Western powers against an emerging but amazingly dynamic nation in Asia. It affected the balance of Power in Europe, causing shifts that were played out over the next several decades..... The Russo–Japanese War was indisputably the biggest and most significant conflict in the first decade of the 20th century. The object of the war was control of northeast Asia in general and Korea in particular, areas not then deemed of great importance, but the war's implications resounded across the world... Japan's unexpected victory changed the course of modern history in a moment.. Finally, many nations viewed the Russo-Japanese War as the first evidence in the modern age that an Asian nation, which just a few decades earlier had begun the process of modernization, was able to overcome a European nation by force of arms alone.

(Historical Dictionary of the Russo-Japanese War by Rotem Kowner page xi.xiv)

روس اور جاپان کے درمیان جنگ ایک صدی قبل ہوئی جو بڑی مغربی طاقتوں اورایشیا میں ایک ابھرتی ہوئی حیرت انگیز طور پرمتحرک قوم کے خلاف لڑی گئی۔اس جنگ نے یورپ میں طاقت کے توازن کو متاثر کیا جو آئندہ کئی دہائیوں تک ظہور پذیر ہونے والی تبدیلیوں کا باعث بنا۔۔روس اورجاپان کے درمیان جنگ بلاشبہ 20ویں صدی کی پہلی دہائی میں سب سے بڑا اور اہم ترین تنازعہ تھا۔اس جنگ کا مقصدعمومی طور پرشمال مشرقی ایشیا اور خاص طور پر کوریا پر کنٹرول حاصل کرنا تھا، ایسے علاقے جنہیں تب زیادہ اہمیت کے حامل نہ سمجھا گیا،لیکن جنگ کے مضمرات پوری دنیا میں گونج اٹھے۔جاپان کی غیرمتوقع فتح نے ایک لمحے میں جدید تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا..بالآخر دنیاکی بہت سی اقوام نے روس جاپان جنگ کوعصر حاضر میں پہلے ثبوت کے طور پر دیکھا کہ ایک ایشیائی قوم جس نے ابھی چند دہائیاں قبل پہلے موڈرنائزیشن کا آغاز کیا تھا، اکیلے ہتھیاروں کے زور پر ایک یورپی قوم پر فتح پانے کے قابل ہوئی۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا نے لکھا کہ:

Japan won a convincing victory over Russia, becoming the first Asian power in modern times to defeat a European power.

(Encyclopedia Britannica under word Russo-Japanese War)

جاپان روس کے خلاف شاندار فتح حاصل کرتے ہوئے جدید دور میں ایک یورپی طاقت کو شکست دینے والی پہلی ایشیائی طاقت بن گیا۔

1894ء میں چین اور جاپان کی جنگ کے اختتام پرچین کے جن علاقوں پہ قبضہ کیا تھا روس،فرانس اورجرمنی کی مداخلت پر جاپان کوآرتھر پورٹ اور جزیرہ لیاؤتنگ سے دستبردار ہونا پڑا تھا۔تاریخ کے پروفیسر پال کینڈی اپنی کتاب ''عظیم طاقتوں کے عروج وزوال'' میں اس تناظر میں روس اور جاپان کے مابین جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

It's time for revenge came ten years later, when its Korean and Manchurian ambitions clashed with those of czarists Russia. While naval experts were impressed by Admiral Togo's fleet when it destroyed the Russian ships at the decisive battle of Tsushima, it was the general bearing of Japanese society which struck other observers ...Japan was not a full-fledged Great Power .... its status as a great power admitted by all. Japan had come of age.

(The rise and fall of great powers by Pal Kennedy page209)

دس سال بعدجاپان کو بدلہ لینے کا موقع اس وقت مل گیا جب کوریا اور منچوریا سے وابستہ اس کے مفادات زار روس کے مفادات سے متصادم ہوئے۔چنانچہ جب جاپان کے ایڈمیرل ٹوگو کے بحری بیڑے نے سوشیماکے مقام پہ فیصلہ کن جنگ کے وقت روسی جہازوں کو تباہ کر دیا اس سے دیگرملکوں کے بحریہ کے ماہرین خاصے متاثر ہوئے لیکن جاپانی معاشرے نے دیگر مبصرین کو بھی اپنے کارناموں سے حیرت میں ڈال دیا۔۔۔جاپان کو بڑی طاقت کا درجہ حاصل نہ تھا۔سب نے اسے بطور بڑی طاقت کے تسلیم کرلیا۔غرض جاپان اس عہد پر چھا گیا۔

ڈیوڈ جے ڈیلن اپنی کتاب میں روس اور جاپان کی جنگ کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

The war against Japan was from the first a series of unprecedented defeats for the Russian Army and Navy. The military debacle brought catastrophe to the international political system as well, and by the end of war the centuries-old Russian monarchy was shaken to its roots. The peace of Portsmouth, which brought to an end the eighteen months' war, reduced Russia's position in the Fareast as well as her prestige in Europe....No other war had engendered among the Russian people so strong a defeatist attitude as did that against Japan.

(The Rise of Russia in Asia by David J.Dallin page78-80)

جاپان کے خلاف جنگ روسی فوج اور بحریہ کی بے مثال شکستوں کا پہلا سلسلہ تھا۔فوجی شکست نے بین الاقوامی سیاسی نظام میں بھی تباہی مچادی اور جنگ کے اختتام پر صدیوں پرانی روسی بادشاہت اپنی جڑوں تک ہل گئی۔پورٹسمتھ کا امن معاہدہ، جس نے اٹھارہ ماہ کی جنگ کا خاتمہ کیا،مشرق بعید میں روس کی پوزیشن کو نہ صرف کم کیا بلکہ یورپ میں اس کے وقار کو بھی کم کر دیا۔روسی عوام کے درمیان کسی اور جنگ نے اتنے مضبوط شکست خوردہ رویے کو جنم نہیں دیاجتنا کہ جاپان کے خلاف جنگ نے پیدا کیا۔

جاپان کے نوآبادیاتی دور میں کورین پر ظلم و جبر کی علامت جیل کا بیرونی منظر

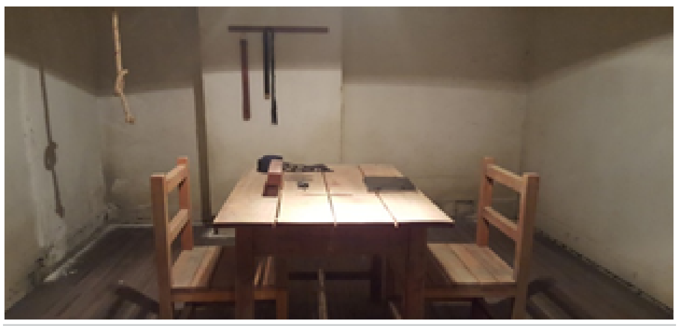

جیل میں ملزم کی تفتیش کے لئے کمرہ

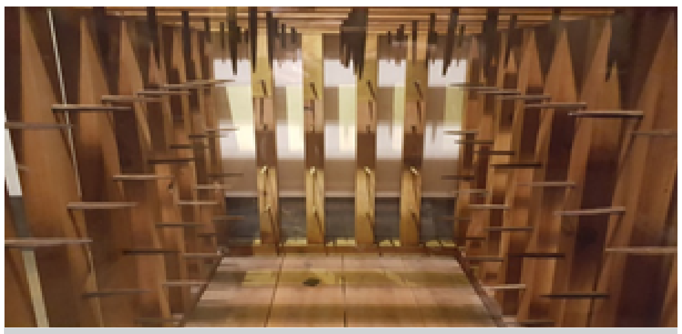

قیدی کو رکھنے کے لئے ڈبہ نما نیزے پیوست کمرہ

لاش کو باہر منتقل کرنے کے لئے خفیہ ٹنل

جیل کے تہہ خانہ میں ٹارچر سیل

جیل میں عبرتناک سزا دینے کے مناظر

دعا کا تحفہ

خواب میں ڈر جانے پر دُعا

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی نیند میں ڈر جائے تو یہ دُعا پڑھے اُسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔حضرت عبد اللہؓ اپنے بچوں کو یہ دُعا یاد کرایا کرتے تھے۔نیز مالکؒ بن انس کی روایت میں ہے کہ خالدؓ بن ولید نیند میں ڈر جاتے تھے اُن کو رسولؐ خدا نے یہ دُعا سکھائی:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ

(سنن أبی داود کتاب الطب باب کیف الرقی)

ترجمہ: مَیں اللہ کے کامل و مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، اُس کے غضب سے، اُس کے بندوں کے شر سے، شیطانی وساوس سے اور اس بات سے کہ مجھے ان کا سامنا کرنا پڑے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 123-124)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: دلچسپ و مفید واقعات و حکایات...... از صفحہ 5

میرا قرضہ 31روپے 10آنے ہے اس لئے جب اُن کو 26 روپے ملے اُنہوں نے وہ رقم واپس کر دی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ میری رقم نہیں ہوسکتی اگر میری رقم ہوتی تو 31روپے 10آنے ہوتی جس کی مجھے ضرورت تھی۔

جب اُنہوں نے 26 روپے واپس کئے تو اُنہیں 31روپے 10 آنے بھی مل گئے اور وہ جو ان کو ٹھگ اور بد دیانت کہہ رہا تھا اُس کو بھی خدا نے ان کی بزرگی کا نشان دکھادیا۔ اگر 26روپے وہ رکھ لیتے تو شاید قرض خواہ 26 روپے لے کر چلاجاتا مگر ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ یہ ایک اتفاقی معاملہ ہے مگر اُنہوں نے 26 روپے واپس کئے اور جب واپس کئے تو اُنہیں 31روپے 10 آنے مل گئے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3صفحہ 326-327)

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازتا رہتا ہے

میرے ساتھ کئی ایسے واقعات گزرے ہیں بعض دفعہ مذاق میں مَیں نے ایک بات کہی ہے تو خدا نے اُس مذاق کی بات کو بھی پورا کر دیا ہے۔

بھائی عبد الرحیم صاحب جو آجکل پشاور رہتے ہیں وہ اور میں ایک دفعہ سارا دن شکار کے لئے پھرتے رہے مگر کوئی جانور نہ ملا واپسی پر ہم کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مجھے ایک مذاق سُوجھا لوگ تو کہتے ہیں کہ خواجہ خضر پانی میں رہتے ہیں مگر میرا یہ عقیدہ ہے کہ خضر ایک فرشتہ ہے اور شاید پرانے بزرگوں کے خیال میں وہ دریاؤں کا فرشتہ ہی ہو۔

بہرحال میں نے کہا خواجہ خضر! ہم سارا دن یہاں پھرتے رہے ہیں مگر ہمیں کوئی شکار نہیں ملا اب میں چاہتا ہوں کہ تم ہماری دعوت کرو۔

بھائی عبد الرحیم صاحب چونکہ میرے اُستاد تھے اُنہوں نے یہ سنا تو کہا یہ آپ نے کیا کہا ہے کہ خواجہ خضر ہماری دعوت کرو مگر اُنہوں نے ابھی یہ بات کہی ہی تھی کہ یکدم پانی کی ایک لہر اُٹھی اور ایک بہت بڑی مچھلی ہماری کشتی میں آ گری میں نے کہا لو! خواجہ خضر نے ہماری دعوت کر دی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمتوں سے ہمیشہ سرفراز کرتا ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3صفحہ 327-328)

نیک کو کچھ غم نہیں

مَیں دوستوں کو ایک واقعہ سُنا دیتا ہوں بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ پکڑے نہیں جاتے۔

کوئی بزرگ تھے لوگ خیال کرتے تھے کہ وہ بزرگ سیدھے سادے ہیں۔ ایک شخص ان کے پاس گیا اور اُن سے کہا آپ کی جو زمین ہے اُسے کاشت کروایا جائے اور جو آمد آئے وہ ہم دونوں میں تقسیم ہو جایا کرے۔

اُس بزرگ نے کہا بہت اچھا اُس بزرگ نے کہا میں تیار ہوں لیکن پہلے یہ فیصلہ ہو جائے کہ اس آمد کو کس طرح تقسیم کیا جائے تا اختلاف کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ اُس شخص نے کہا فصل کا وزن کرنا تو بہت مشکل ہوتا ہے۔ (اُس کا خیال تھا کہ اُس بزرگ سے مفت میں کام لے لے) میری تجویز ہے کہ جو فصل ہم بوئیں وہی تقسیم ہو جائے۔

چنانچہ اُس شخص نے تجویز پیش کی کہ جو فصل بھی ہم بوئیں اُس کا اوپر کا نصف میرا اور نیچے کا نصف آپ کا ہو۔ اُس کا خیال تھا کہ ہم گندم بوئیں گے اور اس طرح غلہ میرا ہوگا اور بُھوسہ اس بزرگ کو ملے گا۔ وہ بزرگ سیدھے سادے نہیں تھے بلکہ عقلمند بھی تھے انہوں نے گاجریں اور مولیاں بُو دیں اور پتے اُس شخص کے حوالے کر دیئے اور گاجریں اور مولیاں خود رکھ لیں۔ اُس شخص نے سمجھا کہ اس دفعہ مجھ سے دھوکا ہوگیا اگلی دفعہ سہی۔

چنانچہ اُس نے بزرگ سے کہا ایک دفعہ اور فصل بوئیں اور دونوں شراکت کریں۔ اس دفعہ آپ اوپر کا حصہ لیں اور میں نیچے والا حصہ لوں گا۔ اُس بزرگ نے اب کے گندم بو دی اور غلہ آپ رکھ لیا اور نیچے کا حصہ یعنی بھوسہ اُس شخص کے حوالہ کر دیا۔

اُس شخص نے خیال کیا کہ یہ بزرگ اب بھی قابو نہیں آیا چلو ایک دفعہ اور شراکت کریں اور کوئی فصل بوئیں اُس بوڑھے نے کہا بہت اچھا اُس شخص نے کہا اس دفعہ نیچے اور اوپر کا حصہ میں لوں گا اور آپ کو بیچ کا حصہ دوں گا۔ اُس بزرگ نے اس دفعہ مکئی بو دی اور نیچے اور اوپر کا حصہ اُس شخص کے حوالے کر دیا اور خود درمیان کا حصہ لے لیا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3صفحہ 363-364)

فقہی کارنر

سودی رقم کا اشاعت اسلام کے لئے اضطراراً خرچ

ایک صاحب کا ایک خط حضرت (مسیح موعودؑ) کی خدمت میں پہنچا کہ جب بینکوں کے سود کے متعلق حضور نے اجازت دی ہے کہ موجودہ زمانہ اور اسلام کے حالات کو مدنظر رکھ کر اضطرار کا اعتبار کیا جائے سو اضطرار چونکہ وسعت پذیر ہے اس لئے ذاتی، قومی، ملکی تجارتی وغیرہ اضطرارات بھی پیدا ہو کر سود کا لین دین جاری ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا:

اس طرح سے لوگ حرامخوری کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں کہ جو جی چاہے کرتے پھریں۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ بینک کا سود بسبب اضطرار کے کسی انسان کو لینا اور کھانا جائز ہے۔ بلکہ اشاعت اسلام میں اور دینی ضروریات میں اس کا خرچ جائز ہونا بتلایا گیا ہے۔ وہ بھی اس وقت تک کہ امداد دین کے واسطے روپیہ مل نہیں سکتا اور دین غریب ہو رہا ہے کیونکہ کوئی شے خدا کے واسطے تو حرام نہیں۔ باقی رہی اپنی ذاتی اور ملکی اور قومی اور تجارتی ضروریات۔ سو اُن کے واسطے اور ایسی باتوں کے واسطے سود بالکل حرام ہے وہ جواز جو ہم نے بتلایا ہے وہ اس قسم کا ہے کہ مثلاً کسی جاندار کو آگ میں جلانا شرعاً منع ہے۔ لیکن ایک مسلمان کے واسطے جائز ہے کہ اس زمانہ میں اگر کہیں جنگ پیش آوے تو توپ بندوق کا استعمال کرے کیونکہ دشمن بھی اس کا استعمال کر رہا ہے۔

(بدر 6/ فروری 1908ء صفحہ 7)
(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

- وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا سانپ جب زندہ ہوتا ہے تو چیونٹیوں کو کھاتا ہے مگر جب مر جاتا ہے تو وہی چیونٹیاں اسے کھا جاتی ہیں۔
- ایک درخت ایک لاکھ ماچس کی تیلیاں بنا سکتا ہے مگر ماچس کی ایک تیلی ایک لاکھ درخت جلا سکتی ہے۔
- انسان جب زندہ ہوتا ہے تو مٹی سے رزق لیتا ہے مگر جب مر جاتا ہے تو وہی مٹی اسے اپنا رزق بنا لیتی ہے۔

مرسلہ: اطہر حفیظ فراز

طلوع وغروب آفتاب

28/ جنوری 2023ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:40	18:08
مدینہ منورہ	05:45	18:04
قادیان	06:00	17:59
ربوہ	05:40	17:38
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:17	16:46